فتاویٰ سراجیہ

تحقیق و تالیف

علامہ مفتی محمد سراج احمد سعیدی قادری رضوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ۰ پاکستان

فتاویٰ سراجیہ

حضرت مولانا مفتی سراج احمد سعیدیؒ

0301-7793990
0305-6923185

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	فتاویٰ سراجیہ
مصنف	علامہ محمد سراج احمد سعیدی رضوی
زیرنگرانی	قاری اشفاق احمد خان
تاریخ اشاعت	مارچ 2011ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	FQ17
قیمت	-/84 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون:37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون:37247350 فیکس:37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-32212011-32630411 ۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نماز کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سب سے زیادہ نماز کا ذکر فرمایا ہے چند آیات مع ترجمہ و مختصر تفسیر ملاحظہ ہوں۔

آیت نمبر 1: الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ۟ۙ﴿۳﴾

"(پرہیزگار وہ ہیں) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں"۔ (سورۂ بقرہ، البیان)

نماز قائم رکھنے سے یہ مراد ہے کہ وہ نماز چھوڑتے نہیں اور وقت کی پابندی کے ساتھ اس کے ارکان پورے طریقے سے ادا کرتے ہیں کسی رکن میں خلل واقع نہیں ہونے دیتے، مفسدات و مکروہات سے اپنی نماز کو بچاتے ہیں نماز کے حقوق ادا کرتے ہیں، نماز کے حقوق دو طرح کے ہیں ایک ظاہری جس کا کچھ ذکر ہو چکا ہے دوسرے باطنی یعنی خشوع و خضوع عاجزی و انکساری سے بارگاہ مولیٰ میں پیش ہونا گویا اس طرح عبادت کرنا کہ اس کے دیدار کی سعادت نصیب ہو رہی ہے اور مناجات و عرض و نیاز اس کی بارگاہ میں پیش کی جا رہی ہے، تکبر غرور و حسد اور رعونت کے ساتھ نماز پڑھنے کا کچھ فائدہ نہیں۔

آیت نمبر 2: حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی ٭ وَ قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ ﴿۲۳۸﴾ (بقرہ)

"پابندی کرو سب نمازوں کی اور درمیانی نماز (عصر) کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے"۔ (البیان)

سب نمازوں سے مراد پانچ نمازیں ہیں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشائ۔ انہیں ان کے مقررہ وقتوں میں ادا کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ پانچ نمازیں مسلمانوں پر فرض کر دی ہیں، ان کے چھوڑنے، غفلت و لاپرواہی برتنے سے منع کر دیا ہے نماز کی پابندی سے قلب و قالب

دونوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ سائنس نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے، ادب سے کھڑے ہو کر نماز کا آغاز کرنا چاہیے اور دیگر ارکان کو اپنے موقع پر ادا کرنا ضروری ہے۔

آیت نمبر 3: مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾

"اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم رکھو اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ"۔ (سورۂ روم، البیان)

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واطاعت کے ساتھ رجوع کرو اس کے عذاب سے ڈرو کیونکہ اس کی بارگاہ میں حاضری کا بہترین ذریعہ نماز ہے اسے قائم رکھو اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام نہ لو اسے چھوڑ کر مشرکوں سے نہ ہو جاؤ۔ یعنی اپنے رب کا حکم مانو جس نے تمہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور شیطان نماز سے روکتا ہے اس کی پیروی کر کے شرک نہ کرو۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ نماز کفر و ایمان کے مابین فرق کرتی ہے۔ (الحدیث)

آیت نمبر 4: اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿٤٥﴾ (العنکبوت)

"اے محبوب آپ تلاوت فرمائیں جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم رکھیں، بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے اور بیشک اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو"۔ (البیان)

قرآن مجید کی تلاوت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے لہٰذا اسے ترک نہ کریں اور ایک ایک حرف کے بدلے میں دس دس نیکیوں کا ثواب کمائیں اور نماز قائم رکھیں کیونکہ نماز برے کاموں سے روکتی ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں ایک انصاری نوجوان حضور پر نور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتا تھا اس سے گناہ کبیرہ بھی سرزد ہو جاتے تھے اس کی شکایت کی گئی آپ نے ارشاد فرمایا اس کی نماز اسے ان باتوں سے روک دے گی چنانچہ بہت جلد اس نے توبہ کر لی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔ جو آدمی نماز پڑھنے کے ساتھ گناہوں سے چمٹا رہتا ہے تو وہ نماز نہیں پڑھتا بلکہ دھوکہ دہی اور ریاکاری میں مبتلا ہوتا ہے، امام حسن فرماتے ہیں اس کی نماز ہی

نہیں۔نماز پڑھنے کا مقصد گناہوں سے بچنا ہے۔سود، رشوت، چوری، گلہ، جھوٹ، بہتان اورلغویات وغیرہ کو چھوڑنا ہے۔

آیت نمبر 5: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ

’’اے ایمان والو مدد چاہو صبر اور نماز سے بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے‘‘۔(بقرہ:153،البیان)

نماز عبادت خدا ہے، عادت مصطفیٰ ﷺ ہے اور ایمان والوں کی مشکل کشا و حاجت روا ہے۔ حضور پرنور ﷺ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے۔ مشکل حل ہو جاتی یعنی آپ اپنی امت کو سبق دے گئے ہیں کہ نماز پڑھنے سے مشکلیں حل ہو جاتی ہیں مومن کو نماز ترک کرنا زیب نہیں دیتا۔اور صبر کا دامن چھوڑنا اچھا نہیں لگتا۔

نماز نہ پڑھنے والا

اللہ تعالیٰ نے جس طرح نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور اس کے فائدے اپنے بندوں پر کھولے ہیں اسی طرح نماز نہ پڑھنے والوں یا سستی کرنے والوں کا ذکر بھی فرمایا ہے چند آیات ملاحظہ ہوں۔

آیت نمبر 1: وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ۝۴۵

’’اور مدد چاہو صبر اور نماز سے اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے۔مگر ان پر جو دل سے جھکنے والے ہیں‘‘۔(سورۂ بقرہ:البیان)

دینی و دنیوی حاجتوں کی برآری صبر و نماز سے ہوتی ہے نماز مصیبتوں کے حل کا بہترین ذریعہ ہے، مصیبت میں شدت نہیں کرنی بلکہ صبر کا دامن تھامنا ہے طاعت و عبادت کی مشقتوں کو برداشت کرنا ہے، گناہوں و خواہشات نفسانی سے باز رہنا ہے، مصیبت کے وقت صبر و تحمل کے ساتھ نماز سے استعانت چاہنی ہے کیونکہ عبادت قرب الٰہی کا راستہ ہے ہاں جو دل اللہ تعالیٰ کے روبرو جھکنے سے عاری ہے اس پر نماز بوجھ ہے اور بھاری ہے اور جس پر نماز بوجھ ہو وہ منافق ہے۔

آیت نمبر 2: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۴۲ (النساء)

''بیشک منافق (اپنے خیال میں) اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں دھوکے کی سزا دینے والا ہے اور جب وہ کھڑے ہوتے ہیں سستی کے حال میں لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر تھوڑا''۔ (البیان)

یعنی منافقوں کی عبادتیں محض دھوکہ ہیں کیونکہ ایمان کے بغیر کسی عبادت کی قبولیت کی امید اور اجر و ثواب کی طلب ناممکن ہے۔ نماز منافقوں کے لیے وبال جان ہے، نماز میں کاہلی و سستی ان کا پکا نشان ہے اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعود کا اعلان ہے۔ وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ اِلَّا مُنَافِقٌ۔ نماز سے سوائے منافق کے اور کوئی روگردانی نہیں کرتا (مسلم شریف، کتاب الصلاۃ)

آیت نمبر 3: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ (ماعون)

''پھر خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو ریا کاری کرتے ہیں''۔ (البیان)

دکھاوے کی نماز تباہی کا موجب ہے خرابی کا سبب ہے نفاق ہے نماز کو بھول جانے کی چند صورتیں ہیں کبھی نہ پڑھنا یا ظاہری و باطنی حقوق کی رعایت نہ کرنا یا شوق و محبت نہ رکھنا، نماز کی حالت میں بے پرواہی برتنا، کیونکہ نماز کو حضور قلب سے ادا کرنے کا حکم ہے، حضور پرنور ﷺ اور آپ کی آل اطہار کی عظمت کو دل میں جگہ دیئے بغیر نماز پڑھنا بھی اس سے مراد ہوسکتا ہے کیونکہ۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (التوبہ:62) اور اللہ اور اس کے رسول کا حق زیادہ تھا کہ وہ انہیں راضی کرتے۔ نیز قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ (توبہ:99) (اپنی مالی عبادتوں کو) قرب الٰہی اور رسول کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے۔ ان آیاتوں سے ثابت ہوا کہ ہر عبادت کا مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی رضا

وقرب اور طلب دعا از حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

آیت نمبر 4: وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ۝۵۴ (توبہ)

''اوران منافقوں کے خرچ قبول کیے جانے سے ان کو محروم نہیں کیا۔ مگراس بات نے کہ وہ اللہ اوراس کے رسول کے منکر ہوئے اور وہ نماز کونہیں آتے مگرسستی کی حالت میں اور وہ نہیں خرچ کرتے مگراس حال سے کہ ناخوش ہیں''۔ (البیان)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر ومنافق اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے ادب کی نماز و عبادات درجہ اجابت پرنہیں پہنچتیں۔ بلکہ وہ مردود ہیں، عبادات کی قبولیت کی شرط حب رسول ہے۔ یعنی جو ہونہ عشق مصطفیٰ تو زندگی فضول ہے۔ نماز کے لیے سستی کرنا، ننگے سر نماز پڑھنا بٹن کھول کر آستینیں چڑھا کر یا اپنے کپڑوں سے کھیلتے ہوئے نماز ادا کرنا نفاق کی نشانی ہے اور نماز مکروہ ہوجاتی ہے۔

آیت نمبر 5: فِیْ جَنّٰتٍ ﱂ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝۴۰ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ۝۴۲ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ۝۴۳ (مدثر)

''وہ جنت میں ہوں گے۔ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہوں گے۔ مجرموں کے بارے میں۔ پھر جنتی، مجرموں سے کہیں گے تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے''۔ (البیان)

موت کے بعد انسان کی قوت باصرہ وسامعہ میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے وہ ایک جہان سے دوسرے جہان کو دیکھتا ہے ان کی بات سنتا ہے حال پوچھتا ہے جس طرح بہشتی، دوزخیوں سے پوچھیں گے کہ تمہارے کس عمل نے تمہیں جہنم رسید کرادیا وہ کہیں گے کہ ہم بے نماز تھے، اس آیت کی رو سے تارک نماز کا جہنمی ہونا ظاہر ہے کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ نماز چھوڑ کر اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا ڈالے۔ جب ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز نہیں چھوڑی تو پھر ہم کیوں چھوڑیں۔

احادیث برائے بے نماز

1۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قصداً نماز چھوڑی اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے۔ (پناہ بخدا)

2۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو جان بوجھ کر نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ اور رسول اللہ کی ذمہ داری میں نہیں رہتا۔

3۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے نماز چھوڑ دی اس کا کوئی دین نہیں (یعنی وہ بے دین ہے) نماز دین کا ستون ہے۔

4۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے نماز کی حفاظت کی اس کی نماز قیامت کے دن اس کے لیے نور و برہان و نجات ہوگی اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نہ نور ہے نہ برہان ہے نہ نجات ہے بلکہ وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف (یعنی کافروں) کے ساتھ ہوگا۔

5۔ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے اور نسائی و ابن ماجہ و دارمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص شراب پئے گا اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔ اگر توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔ اگر پھر پی لے تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی اگر توبہ کر لے تو قبول ہوگی اگر تیسری بار شراب پی لی تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی ہاں اگر توبہ کر لے تو قبول ہوگی جب چوتھی بار شراب پی لے گا تو اس کی نماز چالیس روز تک قبول نہ ہوگی اگر توبہ کر لے تو اب اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول بھی نہ کرے گا اور جہنم کی نہر خبال سے اسے (پانی) پلائے گا۔ (بہار شریعت)

6۔ غی۔ جہنم میں ایک وادی ہے جس کی شدت و سختی سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے، اس کی گرمی و گہرائی سب سے زیادہ ہے اس میں ایک کنواں ہے، جس کا نام ہبہب ہے جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے اللہ عزوجل اس کنویں کو کھول دیتا ہے جس سے جہنم کی آگ بدستور بھڑکنے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ (اسراء) جب

بجھنے پر آئے گی ہم انہیں اور بھڑک زیادہ کریں گے۔ یہ کنواں بے نمازوں، زانیوں، شرابیوں، سودخوروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کے لیے ہے۔ (بہار شریعت)

نماز پڑھنے کا ثواب

7۔ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو وضو بنا کر اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلا اس کا ثواب ایسا ہے جیسے حج کیلئے احرام باندھنے والے کا اور نماز چاشت کیلئے نکلا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے برابر ہے اور ایک نماز دوسری نماز تک کہ دونوں نمازوں کے درمیان کوئی غلط کام نہ کیا ہو، کفارہ ہے نماز علیین میں لکھی جاتی ہے یعنی درجہ قبولیت کو پہنچتی ہے۔

8۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔

9۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے اور اس کے فرشتوں کے سوا، اسے کوئی نہ دیکھے اس کے لیے جہنم سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔

10۔ امام غزالی نے دقائق میں اور حضرت مخدوم جہانیاں (رحمۃ اللہ علیہما) نے خزانہ جلالیہ میں لکھا کہ حضرت انس سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، بندہ جب نماز کے لیے قیام کر کے اللہ اکبر کہتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ ماں کے شکم سے پیدا ہوا تھا اور جب ثناء پڑھتا ہے تو اس کے جسم کے بالوں کی تعداد کے برابر سال بھر کی عبادت روزہ و قیام لیل کا ثواب لکھا جاتا ہے اور جب تعوذ و تسمیہ پڑھتا ہے تو اس کے لیے چار ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے چار ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اس کے چار ہزار درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں، جب قرأت کرتا ہے تو اس کو حج مقبول و عمرے کا ثواب دیا جاتا ہے اور جب رکوع کرتا ہے تو اسے اپنے وزن کے برابر سونا خیرات کرنے کا ثواب دیا جاتا اور رکوع میں تسبیح پڑھنے سے آسمانی کتابوں کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ جب رکوع سے اٹھتا ہے تو نظر الٰہی کا حق دار بن جاتا ہے اور جب سجدہ کرتا ہے تو قرآن کی آیات کے برابر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، انسانوں جنوں وغیرہ کی تعداد کے برابر (اگر اس

کے) گناہ ہوں تو وہ بھی مٹ جاتے ہیں اور اس کے درجے بلند ہو جاتے ہیں تشہد پڑھنے کا ثواب صابرین کے اجر کے برابر پاتا ہے اور جب سلام پھیرتا ہے تو اس کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں۔ سبحان اللہ مسلمانو! نماز پڑھ کر بے شمار فائدے حاصل کرو اللہ تعالیٰ ہماری عبادتوں کو قبول فرمائے۔ آمین

سوال: کیا مسلمان کہلانے والے ایسے لوگ بھی ہیں جو دین سے خارج ہوں؟

جواب: ہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو بظاہر مسلمان نظر آتے ہیں اور اصل میں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اگرچہ وہ نمازی ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا، تم میں ایک قوم نکلی پھرے گی، جن کے مقابلے میں تم اپنی نماز، روزے اور اعمال (حسنہ) کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھے گی جوان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا، دین اسلام سے وہ ایسے نکل جائے گی جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، کہ شکاری کو نہ پیکان میں کچھ معلوم ہو اور نہ ڈنڈی میں کچھ لگا ہوا محسوس ہو۔ اور نہ ہی تیر پر اس کا اثر نظر آئے البتہ سوفار پر کچھ شبہ سا ہو (بخاری، جلد 2، صفحہ 756 وص 757) اس قوم کی علامتیں ونشانیاں بھی بیان فرمادی گئی ہیں جن سے اس قوم کا شناختی کارڈ سامنے آجاتا ہے۔ وہ علامتیں یہ ہیں: 1۔ آنکھیں اندر دھنسی ہوئی 2۔ گال ابھرے ہوئے 3۔ پیشانی باہر نکلی ہوئی 4۔ داڑھی گھنی و لمبی 5۔ سر منڈا ہوا 6۔ چادر موٹی پنڈلی پر 7۔ مسلمانوں کو قتل کرنا 8۔ کافروں سے یاری رکھنا۔

(بخاری شریف، جلد 1، صفحہ 472 وجلد 2، صفحہ 624)

مولوی امیر علی نے لکھا ہے کہ یہ حلیہ دلالت کرتا ہے، شرارت، جہالت اور دل کی قساوت پر اور سارے خارجی اس طرح ہیں (اشعۃ اللمعات جلد 4، صفحہ 561 حاشیہ نمبر 2)

لمبی داڑھی کو معیوب سمجھا جاتا تھا چنانچہ لمبی داڑھی والا عالم، ومحدث، مجالد کوفے میں رہتا تھا، خالد بن طحان اس کے پاس گیا مگر اس سے حدیث نہ لی اس لیے کہ اس کی داڑھی لمبی تھی۔ (میزان الاعتدال، جلد 3، صفحہ 438)

حضرت ابوبرزہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ (نسائی شریف، جلد 2، صفحہ 174) اَلْمُرَادُ بِهِ حَلْقُ الرُّءُوسِ۔ یعنی اس قوم کی نشانی ہے سر منڈانا۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کے استاد، امام حرم کعبہ علامہ سید احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ نشانی شیخ نجدی اور اس کے پیروکاروں میں پائی جاتی ہے، سر منڈانے میں سختی کرنے والا کوئی فرقہ وہابیوں سے پہلے نہیں گزرا، یہ لوگ عورتوں کو وہابی بنانے کے لیے ان کے سر بھی مونڈ لیتے تھے۔

(الدرر السنیہ، صفحہ 56، مطبوعہ پشاور)

ارشاد ربانی ہے۔ يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ (توبہ)

"وہ (منافق) تمہارے لیے اللہ کی قسمیں اٹھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کا حق زیادہ ہے کہ وہ لوگ انہیں راضی کرتے اگر وہ مومن تھے"۔ (البیان)

یعنی رضائے رسول اللہ ﷺ کے بغیر عبادت کرنا اور ثمرات کی امید رکھنا خوش خیالی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

امام اہلسنّت مجدد ماتہ حاضرہ حضرت علامہ سید احمد کاظمی قدس سرہ العزیز نے اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

اس آیت مبارکہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (عمران: 31) "اے حبیب فرما دیجئے۔ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی اتباع میں سب کچھ ملتا ہے۔ اتباع رسول ﷺ کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اس حقیقت کا انکار وہ شخص کرے گا جو دولت ایمان سے محروم ہے، خدا کی قسم! سب نعمتیں، ساری برکتیں، نجات آخرت، فلاح دارین، سعادت

کونین رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں مضمر ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اتباع کس کو کہتے ہیں؟ کیونکہ بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بظاہر نمازیں پڑھ لو، روزے رکھ لو، سنتوں پر عمل کرلو، بس رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہوگئی، اگر فقط اتنی بات سے اتباع رسول ﷺ ہوجاتی ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ منافق بھی مطیع رسول ﷺ تھے، کیونکہ وہ بھی ایسی اتباع پر گامزن تھے، نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، جہاد میں شریک ہوتے تھے، ان کی داڑھیاں بھی تھیں اور ان کی ظاہری شکلیں سنت کے مطابق تھیں، کیا کوئی ان منافقوں کو رسول کریم ﷺ کا پیروکار اور متبع کہتا ہے؟ قطعاً نہیں کہتا، کیوں اس لیے کہ ان کے پاس ظاہری عبادت تو تھی، اسلام کا ظاہری طریقہ تو ان کے پاس تھا مگر محبت رسول اللہ ﷺ سے وہ محروم تھے، یعنی رضائے رسول حاصل نہ کرسکے تو ان کا سب کچھ تباہ وبرباد ہوگیا۔ (مواعظ کاظمیہ، صفحہ 25-26)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَا ۞ (النساء:140)

"بیشک اللہ تمام منافقوں اور سب کافروں کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے"۔

یعنی منافقوں کی جملہ عبادتیں بے کار اور ضائع ہوجائیں گی وہ خود جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ اگر عبادت بچاتی تو شیطان بچ جاتا۔ معلوم ہوا عبادت کی بنیاد ایمان ہے اور ایمان حب رسول ﷺ کا نام ہے۔

سوال: ایمان کس چیز کا نام ہے؟

جواب: فقط اللہ تعالیٰ کو مان لینے کا نام ایمان نہیں ہے، اس نظریہ کی نفی قرآن مجید میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۞ (البقرہ)

"اور لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں"۔

معلوم ہوا کہ صرف اللہ پاک اور روز آخرت کو مان لینے والا مومن نہیں ہے۔ قرآن مجید اور حدیثوں کی روشنی میں ایمان کا دائرہ وسیع ہے، ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے محسن کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اَنْ تُؤمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ۔ تم اللہ تعالیٰ، ملائکہ، آسمانی کتابوں، رسولوں اور روز قیامت پر ایمان رکھو اور تقدیر خیر وشر پر بھی تمہارا ایمان ہو، قبل ازیں انہوں نے اسلام کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس بات کی شہادت دو کہ اللہ پاک کے سوا کوئی معبود نہیں اور (حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ 11) حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے کہ اسلام کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور پرنور ﷺ کی رسالت وعبدیت کی گواہی دینا (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ 12) اس قسم کی متعدد حدیثوں کی بنیاد قرآنی آیات ہیں چنانچہ ایک آیت ملاحظہ کریں۔ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (بقرہ:285) سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایماندار کی نشاندہی اس طرح بتائی ہے ارشاد فرمایا: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾ (النساء:65) (اے محبوب) آپ کے رب کی قسم وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم مانیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان پیدا ہو، پھر نہ پائیں وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی ہر اس فیصلے سے جو آپ نے کیا اور بخوشی دل سے مان لیں۔ (البیان)

اس حکم الٰہی سے ثابت ہوا کہ مومن وہی ہے جو ہر حالت میں آپ کے فرمان وفیصلے کو مانتا ہے جو آپ کی حدیثوں وفیصلوں پر یا آپ کی ذات پر اعتراض کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مومن نہیں ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر مومن بن کر لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری شریف، جلد 1، صفحہ 7، مسلم شریف ج 1، صفحہ 49، مشکوٰۃ شریف، صفحہ 12) تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری ذات اس کو، والدین، اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ شعر

محمد ﷺ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا   پدر مادر برادر جان اولاد سے پیارا

یہ ایک فطرتی تقاضا ہے کہ جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے اسی کا ذکر و خیال دل و جان میں رچ بس جاتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ محبوبہ محبوب خدا ﷺ سے روایت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ مِنْ ذِکْرِهٖ (جامع صغیر، جلد 2، صفحہ 166، درۃ الناصحین، صفحہ 68) محب سب سے زیادہ اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے۔ الحمد للہ یہ سعادت جماعت اہلسنّت کو نصیب ہے کہ وہ کبھی درود کبھی سلام کبھی آقا کا نام کبھی آقا کا کلام اپنا مشغلہ بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں انہیں کے ساتھ رکھے آمین۔

سوال: کیا رسول کریم ﷺ کی خدمت افضل ہے یا نماز؟

جواب: نماز، رسول کریم ﷺ کی ادا کا نام ہے جن کی ادا ہم پر فرض ہے، صاحب ادا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی الفت و خدمت کا مقام کیا ہوگا؟ بے نماز مسلمان مومن کی شفاعت ہوگی وہ بخشش پا کر بہشت میں ضرور جائے گا مگر حبیب خدا ﷺ کی محبت و خدمت اور آپ کی اطاعت سے سرتابی کرنے والا بحکم قرآن جہنم کا ایندھن بنے گا۔ حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں نماز ادا کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا میں نماز سے فارغ ہو کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں نماز میں تھا، اس لیے حاضر ہونے میں تاخیر ہوگئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ جب تم کو اللہ کا رسول بلائے تو فوراً اس کی خدمت کو پہنچو: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا

يُحْيِيْكُمْ (الانفال: 24) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ جب تمہیں رسول اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کر دے گی۔

(بخاری شریف، جلد 2، صفحہ 642-669 وابوداؤد ص 205-206 میر محمد کراچی)

صاحب توضیح نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب نے علی الاعلان کہا ہے کہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ ایسے آدمی کو بلائیں جو نماز میں ہو تو آپ کے پاس آنا اس پر واجب ہو جاتا ہے اور اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی (حاشیہ بخاری، جلد 1، صفحہ 161-163 ومظہری، جلد 4، صفحہ 46، وحاشیہ بخاری، جلد 2، صفحہ 669، حاشیہ نمبر 11 مقام رسول ص 558)

شیخ المحدثین، غزالی زمان امام اہلسنّت نے فرمایا ہے کہ علماء کا یہ مسلک ہے کہ اگر تین رکعتیں پڑھ لی گئیں اور ایک رکعت باقی بچتی ہے اور اسی اثناء میں حضور سرور عالم ﷺ نے بلا لیا تو اب فرض یہ ہے کہ نماز چھوڑ کر بارگاہ رسول ﷺ کی حاضری دی جائے۔ ایسی حالت میں نماز کا پورا کرنا فرض نہیں۔ رسول اللہ ﷺ مصروف رکھیں، ان کی بارگاہ میں رہنا ضروری ہے اور جب آپ اجازت عنایت فرمائیں تو جو نماز باقی بچتی ہے۔ اسے پورا کر لیا جائے۔ نماز میں کسی قسم کا کوئی نقص واقع نہ ہوگا۔ (مواعظ کاظمیہ، صفحہ 27)

سوال: اگر نماز کا وقت آجائے اور حضور پرنور ﷺ اپنی خدمت کے لیے بلائیں تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: مسلمانوں کو نماز کا حکم دینے والے اور اس کا طریقہ بتانے والے بھی رسول کریم ﷺ ہی ہیں اور اپنی خدمت وطاعت کے لیے طلب کرنے والے بھی آپ ہی ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: 80) جس نے رسول کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کا حکم مانا۔ جب اللہ تعالیٰ ہر حالت میں مسلمانوں کو آپ کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے تو ہر مسلمان کو ہر حالت میں آپ کا مطیع رہنا چاہیے اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے درج ذیل واقعہ سے سبق سیکھنا چاہیے۔

چنانچہ امام طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت اسماء بنت عمیس سے دو طریقہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود مبارک میں سر اقدس رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! علی تیری عبادت میں اور تیرے محبوب کی خدمت میں تھے۔ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ۔ ان پر سورج کو واپس کر دے، اسماء کہتی ہیں کہ میں نے سورج کو غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے دیکھا۔ وَوَقَفَ عَلَى الْجِبَالِ فَوْقَ الْاَرْضِ۔ سورج پہاڑوں پر زمین سے اونچا ٹھہر ارہا۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت ہے اور اس کے راوی معتبر اور ثقہ ہیں نیز فرمایا کہ احمد بن صالح کہتے ہیں وہ شخص جو علم سے واقف ہے اس کو لائق نہیں کہ حدیث اسماء کی صحت سے پیچھے ہٹے اس لیے کہ یہ واقعہ علامات نبوت میں سے ہے۔ (کتاب الشفاء، جلد 1، صفحہ 185)

علامہ ابن کثیر دمشقی (ابن تیمیہ کے شاگرد) نے لکھا ہے کہ بقول امام طحاوی اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ و با اعتبار ہیں۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 6، صفحہ 282، تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 402) اور فتاویٰ شامی، جلد 1، صفحہ 265 میں ہے کہ

صَحَّحَهُ الطَّحَاوِيُّ وَعِيَاضُ وَاَخْرَجَهُ جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ حَسَنٍ وَاَخْطَاءَ مَنْ جَعَلَهُ مَوْضُوْعًا كَابْنِ الْجَوْزِيِّ

یعنی جس نے اس حدیث کو موضوع بنایا ہے اس نے غلطی کی ہے جس طرح ابن جوزی نے غلطی کی ہے کیونکہ

اس حدیث کو امام طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور اسے روایت کیا ہے ابن مندہ اور ابن شاہین نے حضرت اسماء بنت عمیس کی سند حدیث سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند حدیث سے (حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ 398)

امام جلال الملۃ وَالدِّین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں

لکھا ہے۔

روایت کیا ہے ابن مندہ اور ابن شاہین اور طبرانی نے مختلف سندوں سے بعض سندیں صحیح کی شرط کے مطابق ہیں حضرت اسماء بنت عمیس سے (خصائص کبریٰ، جلد 2، صفحہ 82)

ہمارے شیخ علامہ امام فیضی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مقام رسول صفحہ 319 پر لکھتے ہیں کہ امام قسطلانی نے فرمایا ہے اس حدیث کو طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں اسناد حسن سے نقل کیا ہے نیز امام طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ (شرح شفا للقاری، جلد 3 صفحہ 13 وشرح شفا للخفاجی، جلد 3، صفحہ 11 و 12)

حضرت شاہ محمد عبد الحق محدث دہلوی جن کو اہل علم شیخ محقق کے لقب سے یاد کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر اس حالت میں وحی نازل ہوئی جب کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ران پر سر مبارک رکھے ہوئے تھے حضرت علی نے اس وقت تک نماز عصر ادا نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے علی کیا تم نے نماز عصر ادا کر لی تھی۔ عرض کیا نہیں۔ اس وقت حضور پرنور ﷺ نے مناجات کی اور کہا اے اللہ یہ تیرا علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں ہے اس کے لیے سورج کو لوٹا دے۔ اسی وقت سورج لوٹ آیا حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تھا اس کے بعد میں نے بعد از غروب طلوع ہوتے بھی دیکھا اور اس کی شعاعیں پہاڑوں اور زمینوں پر پھیل گئیں یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے۔

(مدارج النبوۃ اردو ج 1 ص 330، ج 2 ص 426-427 مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

نواب آف غیر مقلد صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے، بعد غروب کے علی بن ابی طالب پر آپ کی دعا سے سورج واپس آیا، تاکہ علی نماز عصر ادا کر لیں۔ (الشمامۃ العنبریہ، صفحہ 68)

ہمارے اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ علامہ امام شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا خوب منظر کشی فرمائی ہے۔

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی
تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

علامہ انور کشمیری شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند نے علامہ امام طحاوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام احمد بن صالح فرماتے تھے کہ جس کو علم سے واسطہ ہے اس کو لائق نہیں کہ وہ حضرت اسماء کی حدیث سے رُوگردانی کرے کیونکہ اس حدیث سے حضور ﷺ کا معجزہ ثابت ہوتا ہے اور ان کی یہ حدیث، حدیث متصل ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ (پکے و پختہ) ہیں، ابن جوزی کی تنقید و تعلیل توجہ کے قابل نہیں ہے، کشمیری صاحب فرماتے ہیں کہ امام احمد نے ظاہر کر دیا ہے کہ سورج کو واپس لوٹانا ہمارے پیارے رسول ﷺ کا معجزہ ہے اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف اس لیے منسوب ہے کہ سورج ان کے لیے واپس لوٹا تھا۔ (ملخصاً، فیض الباری، جلد 3، صفحہ 463)

اصحاب ہیئت و نجوم نے ہندسی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آفتاب کا جسم زمین سے ایک سو چونسٹھ گنا اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو چھیاسٹھ گنا بڑا ہے اور ایک لمحہ میں کئی ہزار سالہ راہ طے کر جاتا ہے۔ (معارج النبوۃ)

سائنس دانوں نے معلوم کیا ہے کہ سورج زمین سے چودہ کروڑ چھیانوے لاکھ کلومیٹر دور ہے۔ (سائنس 5، صفحہ 118)

زمین سے کئی گنا بڑے اور ایک لحہ میں کئی ہزار سالہ راہ طے کر جانے والے اور زمین سے چودہ کروڑ چھیانوے لاکھ کلومیٹر دور ہونے والے سورج کو محسن کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ سرکار محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی انگلی کے اشارے سے واپس لوٹا کر یہ ظاہر کر دیا کہ اللہ پاک نے آپ کو سب سے زیادہ طاقت و قوت بخشی ہے۔ اور آپ نظام کائنات میں اپنا اختیار ظاہر فرما کر اس میں دخل دینے کے مجاز ہیں۔

سوال: حضور پرنور ﷺ کی خدمت کرنے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

جواب: والدین کی خدمت کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے بزرگوں کی تکریم و تعظیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا اجلال و اکرام فرمایا ہے (مشکوٰۃ ص 423) مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب اکرم نور مجسم ﷺ کی خدمت کرنے پر کتنا خوش ہوتا ہوگا اور بارگاہ نبوت سے اسے کیا انعام ملتا ہوگا؟ صرف ایک واقعہ ملاحظہ کریں اور بارگاہ نبوت سے ملنے والے انعام کا اندازہ لگائیں۔

چنانچہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے لیے وضو کا پانی اور جس چیز کی آپ کو ضرورت ہوتی تھی یعنی مسواک اور مصلیٰ وغیرہ پیش کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دریائے رحمت جوش میں آیا تو آپ نے فرمایا۔ اے ربیعہ مجھ سے مانگو کیا مانگتے ہو؟ (یعنی جو جی میں آئے مانگو) میں تجھے عطا کر دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے یہی مانگتا ہوں کہ بہشت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو، آپ نے فرمایا کچھ اور بھی مانگتے ہو؟ حضرت ربیعہ نے کہا بس سرکار، یہی مانگتا ہوں، آپ نے فرمایا اب تم کثرت سجود سے میری مدد کرو۔ (مسلم شریف، جلد 1، صفحہ 193، نسائی شریف، جلد 1، صفحہ 171، مشکوٰۃ، صفحہ 84، تفسیر مظہری، جلد 2، صفحہ 160 سورۃ النساء، تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 523) اس حدیث مبارک سے حاصل ہونے والی چند باتیں۔ (۱) بزرگوں کی خدمت کے لیے تیار رہنا چاہیے (۲) حضور ﷺ داتائے کائنات ہیں (۳) صحابہ کرام حضور ﷺ کو مملکت خداوندی کا مالک و مختار و حاکم مطلق و متصرف اعظم سمجھتے تھے (۴) اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہشتیوں اور جہنمیوں کا علم بھی عطا کر دیا ہے۔ ورنہ آپ فرما دیتے ربیعہ معلوم نہیں کہ مرنے کے بعد تیرا ٹھکانا کدھر ہوگا (۵) سرکار نے اپنے غلام سے مدد مانگ کر یہ ثابت فرما دیا ہے کہ غلامان رسول کریم ﷺ مددگار ہوتے ہیں جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے ملکہ بلقیس کے تخت اٹھانے کی مدد مانگی تھی۔ (النمل آیت 38) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔ کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ جب غلاموں کی شان یہ ہے تو شہنشاہوں کی مدد کا عالم کیا ہوگا۔ شعر

چاہیں تو اشاروں سے پہلے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہو گا

دیکھیے اللہ پاک سب کچھ کر سکنے کے باوجود کائنات کا نظام اپنے فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے چلواتا ہے اور اس کے محبوب باذن اللہ سب کچھ کر سکنے کے باوجود مشکل ترین کام اپنے غلاموں سے کرواتے ہیں تا کہ دنیا والوں کو خبر ہو جائے کہ جن کے خدمت گاروں کی طاقت وہمت کا یہ عالم ہے ان کے مالک ومولیٰ کی طاقت وقدرت کا مقام کتنا بلند ہوگا۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا۔ شعر

لَهٗ هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا وَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو طاقتیں دی ہیں ان میں بڑی طاقت کی کوئی حد نہیں ہے۔ آپ کی چھوٹی طاقت سارے زمانے والوں کی طاقت سے بڑی ہے۔

اس طاقت سے مراد سورج کا واپس لوٹانا اور چاند کو دو ٹکڑے بنانا ہے۔ چاند کے دو ٹکڑے کیے جانے کی تصدیق سائنسدانوں نے بھی کر دی ہے۔

شیخ المحدثین، سند المحققین مجدد مائۃ حادی عشر، امام شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ، متوفی 1052ھ حدیث ربیعہ کا معنی اور مطلب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

یعنی حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت کی جو خیر (بھلائی) چاہے، مانگ (لے) اور سوال کو مطلق رکھ کر فرمایا ''سَلْ'' مانگ اس کو کسی خاص چیز سے مخصوص نہ کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہیں، جو چاہیں، جس کے لیے چاہیں، اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کر سکتے ہیں۔

یا رسول اللہ ﷺ دنیا اور آخرت آپ کا جود وسخا ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علموں سے ہے (اے مسلمان) اگر تو دنیا اور آخرت کی بھلائی کا امیدوار ہے تو سید العالمین ﷺ کے دربار میں حاضر ہو جا اور جو چاہے ہے آپ سے مانگ لے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی ج 1 ص 396 مطبوعہ سکھر)

سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔ شعر

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیئے ہیں دربے بہا دیئے ہیں

مندرجہ بالا حدیث کی تشریح کے لیے نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی 1307ھ کا وہابیت سوز بیان ملاحظہ کریں وہ فرماتے ہیں "واز اطلاق ایں سوال که فرموده، بخواه و تخصیص نه کرد به مطلوبے خاص، معلوم مے شود که کار همه به دست همت و کرامت اوست ﷺ، هرچه خواهد و هر کرا خواهد باذن پروردگار خود بدهد۔ شعر

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری بدرگاهش بیا هرچه مے خواهی تمنا کن

حضور ﷺ نے فرمایا، مانگ اور کسی خاص چیز کے مانگنے کا حکم نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام آپ کے قدرت وکرامت والے (یداللہی) ہاتھ میں ہیں، آپ جو چاہیں جس کے لیے چاہیں اللہ پاک کی اجازت سے اسے عطا فرما دیتے ہیں (اے غیر مقلد) اگر تو دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو آپ کے دربار اقدس میں آجا اور من کی مراد پا جا (مسک الختام فارسی جلد 1، ص 521) کوئی غیر مقلد ایسا ہے جو اس بات کو مان لے۔ ہمیں میدان ہمیں گوئے

حدیث شریف اور نواب آف غیر مقلد کی عبارت سے جو مسئلے ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں (۱) حضور پرنور ﷺ نے اپنی ذات سے مانگنے کا حکم دیا ہے (۲) صحابی نے یہ نہیں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپ سے کیوں مانگو؟ (۳) بلکہ صحابی نے وہابیت کشی کرتے ہوئے آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگ لی (۴) آپ نے اسے جنت کی رفاقت دے کر اور مانگنے کا حکم دیا (۵) دنیا و آخرت کی ہر چیز حضور ﷺ سے مانگنا، شرک ہے نہ کفر، ضلالت ہے نہ بدعت، بلکہ سنت ہے (۶) صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک مسلمانوں کا یہی عقیدہ کہ آپ مملکت صمدیت و کارخانہ قدرت کے مالک و مختار ہیں (۷) آؤ دونوں جہانوں کی نعمتیں آپ سے مانگو۔ یہ عبارت غیر مقلدوں پر حجت ہے۔

سوال: حضور پرنور ﷺ سے کتنی محبت ہونی چاہیے؟

جواب: ہر چیز سے بڑھ کر حضور اکرم نور مجسم ﷺ سے محبت ہونی چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: **قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَ اَبۡنَآؤُكُمۡ وَ اِخۡوَانُكُمۡ وَ اَزۡوَاجُكُمۡ وَ عَشِيۡرَتُكُمۡ وَ اَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ جِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ** ۝۲۴ (اے محبوب) آپ فرمائیں اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے (سگے) بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے مال جو تم نے کمائے اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور رہائشی مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو زیادہ محبوب و پیارے ہوں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت میں ان آٹھ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جو ہر ایک کو پیاری ہوتی ہیں باقی چیزیں ان کی بنسبت کم پیاری ہوتی ہیں یعنی پیاری سے پیاری تمام چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ پیار ہونا چاہیے جو اس معیار پر پورا نہیں اترتا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرے کہ وہ کب اس سے دوچار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس معیار پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بخاری شریف و مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں اس وقت تک کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہوسکتا جب تک میری ذات اس کو والدین، اولاد اور تمام عالم انسانیت سے زیادہ محبوب نہ ہو (مشکوٰۃ کتاب الایمان) رسول کریم ﷺ کی محبت نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مقام پر فائز کردیا جس کی مثال نہیں ملتی چنانچہ خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہے کہ ہم خدمت اقدس حضور پرنور ﷺ حاضر تھے ارشاد

فرمایا: اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفاعت، شفاعت انبیاء کی مانند ہوگی، ہم حاضر ہی تھے کہ ابوبکر صدیق نظر آئے سید عالم ﷺ نے قیام فرمایا اور صدیق کو پیار کیا اور گلے لگایا۔ (فتاوی رضویہ ج 8 ص 611، رضا فاونڈیشن لاہور)

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا تو نے خرید کر انمول کر دیا

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبادت و ریاضت مثالی تھی۔ مگر ان کے بارے میں حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ مَافَاقَ اَبُوْبَکْرٍ بِکَثْرَۃِ الصَّلٰوۃِ وَالصِّیَامِ وَلٰکِنْ بِشَیْئٍ وُقِرَ فِیْ قَلْبِہٖ (سبع سنابل فارسی ص 10)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازوں اور روزوں کی زیادتی سے اولیت نہیں لے گئے لیکن وہ اس چیز سے فوقیت لے گئے ہیں جو ان کے دل میں رکھ دی گئی ہے۔

(سبع سنابل، اردو ص 62 مطبوعہ لاہور)

قطب الاقطاب حضرت مخدوم جہانیاں بخاری قدس سرہ العزیز متوفی 785ھ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ مَا فَضَّلَکُمْ اَبُوْبَکْرٍ بِکَثْرَۃِ الصَّلَاۃِ وَلَا بِکَثْرَۃِ الصِّیَامِ اِلَّا بِشَیْئٍ وُقِرَ فِیْ قَلْبِہٖ (خزانہ جلالیہ قلمی ص 300) مخدوم کریم کی روایت خلیفہ اول کے مخالفوں کے لیے تازیانہ عبرت ہے۔

غار ثور میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار پرانوار ﷺ پر اپنی جان واردی اور ایمان والوں کو سبق دے گئے کہ محبوب خدا ﷺ پر جان قربان کر دینا شیوہ عاشقی ہے اور اسی طرح مقام صہبا میں سرکار علی پاک حیدر کرار علیہ السلام نے صلوٰۃ وسطی یعنی نماز عصر سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیند مبارک و آرام مقدس پر قربان کر دی اور آپ نے غلامان رسول کریم ﷺ پر ثابت کر دیا کہ ہر فرض پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و خدمت کا فرض فوقیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حقیقت کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شیخ المسلمین مولانا امام شاہ احمد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مولی علی نے واری تیری نیند پر نماز اور وہ بھی عصر جو سب سے اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے اور حفظ جان تو جان فروض غرر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے پیارے ہیں۔ اِلَّا مِنْ نَفْسِیْ، مگر میری جان مجھے بہت پیاری ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تیرا ایمان اس وقت مکمل ہوگا جب کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا لگوں۔ یہ سن کر حضرت عمر پر سکتہ طاری ہو گیا پھر کہنے لگے حَتّٰی مِنْ نَفْسِیْ۔ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ فرمایا اے عمر اب تیرا ایمان مکمل ہو گیا ہے۔

(المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ ص 240)

سوال: محب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا مقام ہے؟

جواب: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا، تو نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟ اس نے عرض کیا، میں نے بہت زیادہ نمازوں، روزوں اور خیرات کا سامان تو نہیں کیا مگر یہ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے۔ (بخاری ج 2، ص 911-1059)

(۲) طبرانی نے قابل قبول سند سے اور نعیم وضیاء نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے اپنی جان اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہیں، میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آ جاتی ہے تو جب تک حاظر ہو کر دیدار نہ کرلوں چین نہیں آتا۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور سرکار کے وصال کا تصور لاحق ہوتا ہے تو خیال آتا ہے کہ (مرنے کے بعد یہ شرف زیارت حاصل نہ ہو سکے گا) کیونکہ آپ جنت میں انبیاء کرام کے ساتھ بلند

وبالا درجہ میں ہوں گے اور اگر میں جنت میں پہنچ گیا تو اندیشہ ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں گا، یہ کلام سن کر حضور ﷺ نے (ابھی) کوئی جواب نہ دیا تھا کہ (اچانک) جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو گئے۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾ (النساء) جو اللہ و رسول کی فرمانبرداری کرے تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(۳) طبرانی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بھی ایسی ہی حدیث نقل کی ہے، ابن ابی حاتم نے مسروق کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا تھا (اب تو تھوڑی دیر کے لیے بھی) آپ سے جدا رہنا ہمیں گوارا نہیں۔ وفات کے بعد تو آپ کو اتنا بلند و بالا درجے پر پہنچا دیا جائے گا کہ ہم آپ کو دیکھ بھی نہ سکیں گے۔

(تفسیر مظہری ج 2، ص 160، سورۃ النساء، تفسیر ابن کثیر ج 1، ص 522-523)

(۴) امام بغوی نے لکھا ہے اس آیت کا نزول حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان کے متعلق ہوا تھا، ثوبان کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی، ان کو آپ کے بغیر قرار نہ آتا تھا، ایک روز خدمت اقدس میں حاضر ہوئے چہرے کا رنگ اترا ہوا تھا غم کے آثار ظاہر تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، ثوبان کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا کیوں ہے؟ ثوبان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی دکھ درد نہیں۔ بس اتنی بات ہے کہ حضور کی زیارت جب نہیں ہوتی تو جی بالکل اچاٹ ہو جاتا ہے اور جب تک زیارت نہ کرلوں چین نہیں آتا، پھر آخرت کا تصور کرتا ہوں تو ڈر لگتا ہے کہ وہاں مجھے آپ کا دیدار نہ ہوگا، کیونکہ انبیاء کرام کے ساتھ آپ تو اونچے درجہ پر فائز ہوں گے اور میں اگر جنت میں چلا بھی گیا تو آپ کے درجہ سے بہت نیچے مقام پر ہوں گا۔ اور جنت میں داخلہ نہ ملا تو پھر کبھی دیدار میسر نہ آئے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری ج 2، ص 161، خزائن العرفان تحت آیت ہذا، ضیاء

القرآن ج 1، ص 363) اس سے یہ ثابت ہوا کہ

غلامان رسول کریم ﷺ آپ کے ساتھ ہوں گے آپ سے محبت کرنے کا یہ فائدہ ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ جو جس کے ساتھ محبت کرے گا اس کے ساتھ ہوگا۔

مسجد ضرار

سوال: قرآن میں مسجد ضرار کا ذکر ہے ضرار کا معنی ہے نقصان پہنچانے والی اس مسجد نے کیا نقصان پہنچایا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر مساجد کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے، سورۃ کہف آیت 201 میں اولیا اصحاب کہف کی غار کے پاس مسجد کے بنانے کا ذکر ہے اور سورۃ التوبہ آیت 108 میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ اور صحابہ کرام کو مسجد ضرار میں جانے سے روک دیا تھا اور حکم فرمایا اس مسجد میں کبھی نہ جاؤ البتہ وہ مسجد (قبا) جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے۔ وہ زیادہ حق دار آپ کے قدوم (میمنت لزوم) کی اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے اور اللہ پسند کرتا ہے طہارت والوں کو (القرآن) مسجد ضرار میں جانے سے اللہ تعالیٰ نے کیوں روکا اس کی تفصیل قرآن کی درج ذیل آیت میں دیکھیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ (توبہ)

(ترجمہ) اور وہ (منافق) لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور کمین گاہ بنانے کے لیے اس شخص کی جو پہلے سے جنگ کر رہا ہے اللہ اور اس کے رسول سے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔

(البیان، ص 263، مطبوعہ ملتان)

اس مسجد کے بنانے کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے بارہ منافقوں کو ابو عامر راہب (دشمن رسول اللہ ﷺ) نے مسجد بنانے اور اس کو اسلحہ سے بھرنے کا حکم دیا منافقوں نے مسجد بنا ڈالی اور اس میں جمع ہو کر وہ رسول اللہ ﷺ کی عیب جوئی کرنے لگے اور آپ کا مذاق اڑانے لگے۔ كَانُوا يَجْتَمِعُوْنَ فِيهِ وَيَعِيبُوْنَ النَّبِيَّ ﷺ وَيَسْتَهْزِءُوْنَ بِهِ (تفسیر مظہری ج 4، ص 296 مطبوعہ دہلی)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پانچ غلاموں مالک بن دخشم، معن بن عدی، عامر بن سکن، وحشی، سوید بن عباس انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ اور منافقوں کی مسجد کو ڈھادو اور اس کو جلا دو، یہ پانچ صحابہ کرام مغرب و عشاء کے درمیان وہاں پہنچے منافق مسجد میں موجود تھے صحابہ نے مسجد کو آگ لگا دی اور ڈھا کر اس کو زمین کے برابر کر دیا، پھر بحکم سرکار وہاں کوڑا کرکٹ، مردار جانور اور غلاظتیں ڈالی جانے لگیں۔

معلوم ہوا کہ جس مسجد میں محبوب خدا ﷺ کی عیب جوئی ہو، اس میں نماز پڑھنا تو کجا جانا بھی منع ہے۔ کیونکہ وہ مسجد اللہ کا گھر نہیں بلکہ مسجد ضرار، نقصان پہنچانے والی ہے اور کفر پھیلانے والی ہے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ وجدائی ڈالنے والی ہے مسجد کو اسلحہ خانہ اور کمین گاہ بنانا منافقوں کا کام ہے۔ سنا گیا ہے کہ اب اس جگہ پر تبلیغی رہتے ہیں۔

سوال: کیا سارے مولوی و عالم ایک جیسے ہیں؟

جواب: تمام مولوی و عالم ایک جیسے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ (الجاثیہ: 23) اور گمراہ کر دیا اس کو اللہ نے علم دے کر، یعنی عالم بن جانے کے باوجود لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور فتنہ و فساد پھیلانے میں سرگرداں رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے برے مولویوں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قریب ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں اسلام نام کے لیے باقی رہ جائے گا اور قرآن کریم کی رسم باقی رہ جائے گی، مسجدیں آباد تو ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی اور اس دور کے عالم آسمان کے نیچے بدترین ہوں گے ان سے فتنے

ظاہر ہوں گے اور فتنے انہیں پر لوٹ پڑیں گے (بیہقی فی شعب، مشکوٰۃ، ص 38، کتاب العلم) یعنی وہ لوگ اسلام وقرآن اور مساجد کی آڑ میں لوگوں کے ایمان پر حملہ کریں گے اور ان کو فتنوں میں مبتلا کر دیں گے پھر وہ خود فتنوں کی آماجگاہ بن جائیں گے۔ ایسے لوگوں سے بچنا بہت ضروری ہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا واقعہ ملاحظہ ہو۔ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ (امام اسماعیل حقی کی تفسیر روح البیان ج 10، ص 331) کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتا چلا کہ ایک امام نماز میں ہمیشہ سورۃ عبس کی قراءت کرتا ہے۔ تا کہ مقتدیوں کے دل میں عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم ہو جائے۔ آپ نے ایک آدمی بھیج کر اس کا سر قلم کرا دیا۔ چونکہ وہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ عالی کی تنقیص کے ارادے سے اس کی قراءت کرتا تھا۔ اس لیے وہ نگاہ فاروق میں مرتد تھا اور مرتد واجب القتل ہوا کرتا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن ج 5، ص 490)

مندرجہ بالا واقعات سے ثابت ہوا کہ اسلام وقرآن اور مساجد کا نام لے کر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی کرنا مرتد ہونے کے مترادف ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

شیخ المسلمین مولانا امام احمد رضا خان نے کیا خوب فرمایا ہے۔

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پر یہ جرأتیں
میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں جھوٹے، دجال، مکار ہوں گے جو ایسی حدیثیں گھڑ کر بیان کریں گے، جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے تم ان (جھوٹوں، دجالوں، مکاروں حدیثیں گھڑنے والوں) سے بچو اور اپنے آپ کو (اپنوں کو بھی) ان کے (شر) سے بچائے رکھو تا کہ وہ تمہیں نہ گمراہ کر سکیں اور نہ فتنہ میں مبتلا کر سکیں (مسلم، مشکوٰۃ، ص 28) فتنہ پرور،

وفتنہ انگیز اسلامی جامہ اوڑھ کر میٹھی میٹھی باتیں سنا کر، اللہ کی باتیں سنانے کا بہانہ بنا کر کلمہ سیدھا کرنے کا حیلہ بنا کر توحید ابلیسی کا جال پھیلا رہے ہیں۔ نئی بولیاں بولنا، محبوبان الٰہی کی توہین کرنا، اسلاف پر اعتراض کرنا، بات بات پر قرآن وحدیث کا مطالبہ اور معمولات مستحبہ کو بدعت ٹھہرانا ان کا ابلیسی وتیرہ ہے، حالانکہ حضور ﷺ کی اداؤں کا نام اسلام ہے، قرآن آپ کی کتاب رحمت وصحیفہ ہدایت ہے اور مسجد آپ کی عبادت گاہ ہے۔ نماز عبادت خدا ہے اور عادت مصطفی ہے۔ رحمت وشفقت آپ کا طریقہ وسلیقہ ہے آپ کے رحمت بھرے طریقے کو چھوڑ کر جو لوگ فتنے وفساد کے مرتکب ہیں وہ شریر نہیں تو اور کیا ہیں؟

مسائل نماز

سوال: طہارت کیوں ضروری ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے طہارت کو پسند فرمایا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔ فِيۡهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّتَطَهَّرُوۡا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُطَّهِّرِيۡنَ ۞ (التوبہ) یعنی مسجد قبا میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ طہارت کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ یعنی (ہر حالت میں) پاک وصاف رہنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اس لیے نماز جیسی اہم عبادت کے لیے طہارت کو ضروری قرار دیا گیا ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ بلکہ جان بوجھ کر بغیر طہارت کے نماز پڑھنے والے کے لیے علماء نے کفر کا فتوی دیا ہے، کیونکہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنے والے نے عبادت کی توہین کی ہے، اگر غسل فرض ہو گیا ہو تو پہلے غسل کریں اور اس کے بعد وضو کرلیں پھر نماز پڑھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

(رواہ احمد عن جابر، بہار شریعت حصہ دوم ص 6، مطبوعہ شیخ غلام علی لاہور)

سوال: نہانے کے فرض کتنے ہیں۔

جواب: نہانے کے تین فرض ہیں جن کی تفصیل یہ ہے (۱) کلی کرنا یہاں تک کہ منہ کے ہر حصہ تک پانی پہنچ جائے (۲) ناک میں پانی ڈالنا یہاں تک کہ نتھنوں کی جگہ تک پانی پہنچے

(۳) تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر حصے ہر رونگٹے پر پانی بہہ جائے (بہار شریعت حصہ دوم ص 28) اگر وضو نہ ہو تو نماز و سجدہ تلاوت و نماز جنازہ اور قرآن عظیم کو چھونے کے لیے وضو کرنا فرض ہے۔ طواف کے لیے وضو واجب ہے (بہار شریعت حصہ دوم ص 19)

مسئلہ: نہانے کی ضرورت ہے اور نماز کا وقت تنگ ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اس نماز کا اعادہ کر لے۔ (فتاوی رضویہ ج 3، ص 371)

مسئلہ: نماز جنازہ پڑھی جارہی ہے اور وضو کی ضرورت ہے، وضو کرنے سے نماز جنازہ ختم ہو جائے گی تو تیمم کر کے نماز جنازہ میں شامل ہو جائے۔ اگر کوئی تکبیر رہ گئی ہے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تکبیروں کو ادا کرنے کے بعد سلام پھیر لے۔ نماز جنازہ ادا ہو جائے گی۔ نماز جنازہ میں جب سلام پھیرے تو دایاں ہاتھ چھوڑ دے اور جب بائیں طرف سلام پھیرے تو بایاں ہاتھ چھوڑ دے۔

سوال: وضو کے فرض کتنے ہیں؟

جواب: سورۃ المائدہ آیت 6 سے وضو کے چار فرض ثابت ہوتے ہیں جو قرآن کی ترتیب کے مطابق ہیں (۱) منہ دھونا (۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) ٹخنوں سمیت دو پاؤں کا دھونا (بہار شریعت حصہ دوم ص 11)

سوال: وضو کے آخر میں پاؤں دھونے ہیں یا ان پر مسح کرنا ہے؟

جواب: وضو کے آخر میں پاؤں دھونے کی دلیل سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 6 ہے۔ اس میں پاؤں کے دھونے کا ذکر آخر میں ہے۔ اس لیے پاؤں کی باری آخر میں آتی ہے۔ اللہ نے جب یہ آیت نازل فرمائی اور مسلمانوں کو وضو کرنے کا حکم دیا تو حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے صحابہ کرام کو بلایا اور انہیں وضو کرنے کا طریقہ سکھایا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَالْيُسْرٰى۔ پھر آپ ﷺ نے وضو کے آخر میں چلو سے پانی ڈال کر اپنا دایاں پاؤں دھویا پھر چلو سے پانی ڈالا اور اپنا بایاں پاؤں دھویا

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج 3 ص 151، تفسیر ابن کثیر، ج 2، ص 24) حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں فَغَسَلَ رِجْلَیْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنے دونوں پاؤں کو تین تین بار دھویا۔ (ابن ماجہ ص 36، تفسیر ابن کثیر ج 2، ص 27) امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے غلام حمران نے دیکھا کہ وہ وضو میں ہر عضو کو تین بار دھوتے تھے۔ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ اِلَی الْکَعْبَیْنِ پھر آپ نے دونوں پاؤں کو تین بار گٹوں تک دھویا۔ اس کے بعد فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو میرے وضو کی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اس وقت اس کے دل میں دنیاوی خیال نہ ہو تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (بخاری ج 1، ص 28، ابوداؤد ج 1، ص 41، ابن ماجہ ص 25، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج 3، ص 144، 145، تفسیر ابن کثیر، ج 2 ص 25)

امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو حضرت ابوحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے تمام اعضاء کو تین بار دھویا۔ ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَیْهِ اِلَی الْکَعْبَیْنِ پھر اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھویا۔ اس کے بعد وضو سے بچ جانے والے پانی کو کھڑے ہو کر نوش کیا اور فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔ (ترمذی ج 1، ص 17، نسائی ج 1، ص 27۔28۔ ابوداؤد ص 16، ابن ماجہ ص 36، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج 3 ص 143، عن عبد خیر مسند امام اعظم ابو حنیفہ ص 94) محب اہل بیت حضرت امام نسائی نے حضرت محمد بن علی علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ میرے والد علی زین العابدین نے فرمایا کہ مجھے امام حسین نے بتایا کہ مجھے امیر المومنین حضرت علی نے پانی لانے کا حکم دیا۔ آپ نے اس پانی سے وضو کیا اور ہر عضو کو تین تین بار دھویا ایک بار سر کا مسح کیا۔ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْیُمْنٰی اِلَی الْکَعْبَیْنِ ثَلَاثًا ثُمَّ الْیُسْرٰی کَذٰلِكَ پھر آپ نے اپنے داہنے پاؤں کو گٹے تک تین بار دھویا اور اسی طرح بائیں کو بھی تین بار دھویا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور وضو والا برتن مانگا اور بچا

ہوا پانی پی لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے تعجب کیا۔ فرمایا! تعجب نہ کر بلاشبہ میں نے تیرے نانا پاک کو اس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جس طرح میں نے وضو کیا ہے اور جس طرح بچا ہوا پانی پی لیا ہے۔ (نسائی ج 1، ص 28) یہ تھا آل اطہار کا وضو جو اہل سنت کے حصے میں آیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حدیث میں آتا ہے، وضو کا بچا ہوا پانی پینے والا ستر بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (فتاوی رضویہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور پرنور ﷺ نے فرمایا۔ جب وضو کیا کرو تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرلیا کرو۔ (ترمذی وابن ماجہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پاؤں دھونے کے بعد فرمایا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی وضو میں پاؤں کو دھوتے تھے۔ (بخاری ج 1 ص 26، تفسیر ابن کثیر ج 2، ص 24)

حضرت ابو جبیر کندی حضور ﷺ کے سامنے وضو کرنے لگے تو وضو کو منہ سے شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا منہ سے شروع کرنا کافروں کا طریقہ ہے۔ پھر حضور ﷺ نے پانی منگوایا اور وضو کرنے لگے سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو خوب دھویا پھر کلی کی ناک میں پانی ڈالا تین بار چہرہ انور دھویا، پھر داہنا ہاتھ کہنی تک اور بایاں ہاتھ کہنی تک دھویا۔ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ غَسَلَ رِجْلَيْهِ پھر اپنے سر کا مسح کیا اور اس کے بعد اپنے دونوں پاؤں دھولیے۔ (الاحسان ج 3، ص 155) حضرت عبداللہ بن زید سے لوگوں نے حضور پرنور ﷺ کے وضو کا طریقہ پوچھا تو آپ نے وضو کر کے دکھایا۔ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ پھر اپنے پاؤں کو گٹوں تک دھولیا۔ (بخاری ج 1 ص 31، ترمذی ج 1، ص 17، الاحسان ج 3، ص 151 و 153 و 156) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور پرنور ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آرہے تھے۔ عصر کا وقت آگیا۔ لوگوں نے جلدی جلدی وضو کرنا شروع کر دیا ہم نے جب ان کو دیکھا تو ان کی ایڑیاں خشک تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اِسْبِغُوا الْوُضُوءَ ایڑیاں خشک رکھنے والوں کے لیے ویل جہنم کی آگ ہے پورا پورا وضو کرو۔ (بخاری، مسلم ج 1، ص 28، مشکوۃ ص

46، الاحسان ج 3، ص 142) حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ہم نے اپنے پاؤں پر مسح کر لیا تھا۔ آپ نے بلند آواز سے دو تین بار فرمایا۔ ایڑیاں خشک رکھنے والوں کے لیے ویل جہنم کی آگ ہے۔ (بخاری ج 1، ص 28، ترمذی ج 1، ص 16، ابن ماجہ ص 36) علامہ علی قاری مکی فرماتے ہیں یہ حدیث دلیل ہے کہ پاؤں دھونے واجب ہیں۔ (ہامش ترمذی ج 1، ص 16) حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر ج 2 میں آیت وضو کے تحت بہت ساری حدیثیں جمع کر دی ہیں۔ مندرجہ بالا حدیثوں سے پاؤں دھونے کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید نازل کیا۔ صحابہ کرام نے سنا۔ سب نے وضو میں پاؤں دھوئے کیا ان کو قرآن سمجھ نہیں آیا تھا؟ سیدھا راستہ تو وہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو چلایا تھا۔ سعید بن منصور نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے۔ اِجْتَمَعَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلٰی غَسْلِ الْقَدَمَیْنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب کا پاؤں دھونے پر اجتماع تھا۔ (ہامش بخاری نمبر 7، ج 1، ص 28)

شیعہ نے پاؤں دھونے کا اقرار کر لیا

اب ہم شیعہ کی کتابوں سے حوالے پیش کرتے ہیں چنانچہ شیعہ کے مجتہد اعظم علامہ ابو جعفر طوسی متوفی 460ھ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کر رہے تھے اور ہر عضو کو تین بار دھو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور وضو کو دیکھتے رہے اور فرماتے رہے دو بار دھونا بھی کافی ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں وَغَسَلْتُ قَدَمَیَّ اور اپنے قدم دھونے لگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی! پاؤں کی انگلیوں کا خلال بھی کر آگ سے خلال نہ کیا جائے گا۔ (الاستبصار، ج 1، ص 66، تہذیب الاحکام ج 1، ص 93 مطبوعہ تہران 1390ھ) ایوب بن نوح نے امام ابوالحسن سے بذریعہ خط پوچھا کہ پاؤں دھونے ہیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا مَنْ غَسَلَ فَلَا بَأْسَ پاؤں دھونے والے کے لیے کوئی حرج نہیں۔ (الاستبصار ج 1، ص 65) ابو بصیر کو حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے وضو کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا وضو کرتے ہوئے ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَیْكَ پھر اپنے پاؤں کو دھو ڈال۔ (الاستبصار

ج 1، ص 74) اس روایت کو کلبی اور طوسی نے اسانید صحیح سے روایت کیا ہے۔

(روح المعانی ج 4، ص 77) حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وضو کرتے وقت پاؤں اس طرح دھوئے کہ یَخُوضُ الْمَاءُ بِهِمَا خَوْضًا دونوں پاؤں پر خوب پانی ڈالے۔ (الاستبصار ج 1، ص 65) نہج البلاغۃ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پاؤں دھوتے تھے۔ (روح المعانی ج 4، ص 77) امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی بن یقطین کو پاؤں دھونے کا حکم دیا تھا۔ (امام جعفر صادق اور مذاہب اربعہ ص 33) علامہ طبرسی نے لکھا ہے کہ وَالسُّنَّةُ الْغُسْلُ پاؤں دھونا سنت سے ثابت ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ہم نے فقہاء امصار کو دیکھا ہے کہ وہ پاؤں دھوتے ہیں۔ مسح نہیں کرتے وہ اس لیے کہ روایت میں آیا ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ایک قوم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جو اپنی ایڑیوں کو نہ دھوتے تھے تو آپ نے فرمایا وَيْلٌ لِلْعَوَاقِيبِ مِنَ النَّارِ پاؤں نہ دھونے والوں کے لیے ویل جہنم کی آگ ہے۔ اس روایت کو ابوعلی فارسی نے بیان کیا ہے۔

(تفسیر مجمع البیان ج 3، ص 256 تحت آیت وضو)

علامہ طبرسی اپنی تفسیر کے ج 3 ص 257 پر مسح کے استدلال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بِمَا رَوَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ تَوَضَّأَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے وضو کیا اور اپنے پاؤں کو دھویا۔ نبی کریم ﷺ، حضرت علی المرتضیٰ و اہل بیت اور صحابہ کرام علیہم رضوان پاؤں دھوئیں پھر ہم کیوں ان کی مخالفت کریں۔

سید السادات حضرت مخدوم جہانیاں کا مناظرہ

قطب الاقطاب حضرت مخدوم جہانیاں متوفی 758ھ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں شیعہ کے مدرسہ میں گیا۔ انہوں نے پوچھا تیرا مذہب کیا ہے؟ میں نے کہا میرا اور میرے بخارا میں رہنے والوں آباء واجداد کا مذہب حنفی ہے پھر میں نے وضو والی آیت پڑھی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وضو میں پاؤں دھولو۔ اور تم مسح کرتے ہو اور عطف کا چکر چلاتے ہو۔ اور قرأت متواترہ، مشہورہ کو ترک کرتے ہو۔ ۔ہم دونوں قرأتوں پر عمل کرتے

ہیں۔ جب پاؤں کھلے ہوتے ہیں ان کو دھو لیتے ہیں اور جب موزے ہوتے ہیں تو مسح کرتے ہیں۔ اس بارے میں تمہارا کیا جواب ہے تو وہ جواب نہ دے سکے۔

(الدر المنظوم ج 1، ص 453 و 454 و 464)

الی کا کام

الی آخری حد کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے۔ اِلَی الْکَعْبِیْنِ کی تفصیل وتشریح بھی وہی ہے جو اِلَی الْمَرَافِقِ کی ہے۔ (کعب) وہ ہڈی جو پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے دونوں جانب ابھری ہوئی ہے۔ جوتا کا تسمہ باندھنے کی بالائی وسطی جگہ کا نام کعب نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری ج 3، ص 49) یعنی اِلَی الْکَعْبِیْنِ سے یہی مراد ہے کہ پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو جس طرح ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا ہے۔ ہاتھوں اور پاؤں کے دھونے کی حد اِلی نے واضح کر دی ہے۔ اگر پاؤں کا مسح ضروری ہوتا تو بِرُءُوْسِکُمْ کی طرح بِاَرْجُلِکُمْ آتا اِلَی الْکَعْبِیْنِ کی ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا جس طرح ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا فرض ہے اسی طرح پاؤں کو گٹوں تک دھونا بھی فرض ہے۔

سوال: اذان کس طرح دینی ہے؟

جواب: اذان وہی ہے جو اہل سنت دیتے ہیں، حرمین شریف میں عہد رسالت سے لے کر آج تک یہی اذان جاری وساری ہے۔ اور اسی پر جمہور کا عمل ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ چار بار اللہ اکبر کہنا دو بار شہادۃ باللہ اور دو بار شہادۃ بالرسول کا اعلان کرنا۔ دو بار دعوۃ صلاۃ اور دو بار دعوۃ فلاح دینا۔ دو بار اللہ اکبر اور ایک بار لا الہ الا اللہ کہنا۔ فجر کی اذان میں دعوۃ فلاح کے بعد دو بار اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ کہنا حدیث سے ثابت ہے۔

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَنَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَمَرَ بِلَا لًا اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ (نسائی ج 1، ص 103، بخاری ج 1، ص 85، مسلم ج 1، ص 164) حضرت انس فرماتے ہی کہ بے شک حضور ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ کلمات اذان دو، دو بار ادا کرو (۲) حضرت ابو عبد اللہ بن زید کو جو اذان القا ہوئی اس کے کلمات بعینہ اسی طرح ہیں جس طرح اہل سنت

اذان دیتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے ان کلمات والقاء کی تصدیق فرمائی ہے۔ اور فرمایا اِنَّھَا لَرُؤْیَا حَقٌّ (ابوداؤد ج 1، ص 72، الاحسان بترتیب صحیح، ابن حبان ج 4، ص 94)

(۳) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کَانَ الْاَذَانَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللہِ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ (ابو داؤد، ج 1، ص 72، نسائی ج 1، ص 103، دارمی و مشکوٰۃ) یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی کلمات اذان دو دو بار ادا کیے جاتے تھے۔

سوال: شیعہ کی اذان میں اضافہ کیوں ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک ان کا اضافہ خود ساختہ ہے، شیعہ کے معتبر فقیہ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی نے اپنی کتاب الاستبصار ج 1، ص 305-306 (مطبوعہ دار الکتب اسلامیہ تہران) پر حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے جو اذان روایت کی ہے اس کے کلمات بعینہ وہی ہیں جو اہل سنت کی اذان کے ہیں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد دو بار صرف حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کا اضافہ ہے۔ سیستانی نے یہ اذان لکھی ہے۔ (توضیح المسائل ص 151)

(۲) ابو جعفر شیعہ نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی روایت سے لکھا ہے کہ جب سرکار ﷺ شب معراج بیت المعمور پر پہنچے تو نماز کا وقت تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی اور اقامت کہی اور حضور نبی کریم ﷺ نے امامت فرمائی۔ ملائکہ و انبیاء علیہم السلام مقتدی تھے اور اذان کے کلمات ابو جعفر علیہ السلام نے وہی بیان فرمائے جو اہل سنت کی اذان میں ہیں۔ اس میں بھی دو بار حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کا اضافہ ہے۔

(۳) ابو عبد اللہ علیہ السلام نے ابو بکر حضرمی اور کلیب اسدی کے سامنے وہی اذان دی جو اہل سنت دیتے ہیں اس میں بھی دو بار حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کا اضافہ ہے

(۴) معلیٰ بن خنیس نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے جو اذان سنی اس کے کلمات بھی وہی ہیں جو اہل سنت کی اذان کے ہیں، اس میں دو بار حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کا اضافہ ہے۔ خَیْرُ الْعَمَلِ عَلِیٌّ اور وَلِیُّ اللہِ اور کا اضافہ شیعہ کا خود ساختہ ہے ہمیں اس کی کوئی با اعتماد دلیل دستیاب نہ ہو سکی۔ شیعہ نے بھی اسے اضافہ تسلیم کیا ہے (تحفۃ العوام ص 113، از منظور حسین وتحفۃ

العوام ص 37از حسین علی) چنانچہ ہندوستان کے مشہور مورخ علامہ محمد قاسم فرشتہ لکھتے ہیں کہ ایران میں شاہ اسماعیل صفوی بارہ اماموں کے اسماء گرامی کا خطبہ جاری کر کے ملک میں شیعہ مذہب کو رواج دینے کی کوشش کر رہا تھا یوسف عادل شاہ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا۔ اسی سال 908ھ ذی الحجہ کے مہینے میں بروز جمعہ یوسف عادل شاہ قلعہ ارک کی جامع مسجد میں آیا مدینہ منورہ کا ایک صحیح النسب سید خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر گیا۔ سب سے پہلے تو اذان میں کلمہ عَلِیًا وَّلِیُّ اللّٰہِ کا اضافہ کیا گیا اس کے بعد بارہ اماموں کے اسماء گرامی خطبے میں داخل کر کے باقی صحابہ کرام کے اسماء نکال دیئے گئے۔ (تاریخ فرشتہ ج 3، ص 46) حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ۔ کا اضافہ حضرت علی بن حسین اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف منسوب ہے (المصنف لابن شیبہ ج 1 ص 244) لیکن اب یہ اضافہ متروک ہے

سوال: اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا اضافہ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا یا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے؟

جواب: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے موذن حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ صبح کی اذان میں (اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ) کہتے رہنا فرمایا فَاِنْ کَانَ صَلَاۃُ الصُّبْحِ قُلْتَ، اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (ابو داود، مشکوٰۃ باب الاذان ص 63) اس فرمان کی موجودگی میں یہ کہنا کہ حضرت عمر یا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اضافہ کیا تھا بہت بڑی جسارت ہے بالفرض امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کلموں کے کہنے کا حکم دیتے تب بھی اعتراض کی کچھ گنجائش نہ تھی کیونکہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو حکم دے دیا ہے۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تم پر میری اور خلفاء راشدین (حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم) کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔

(احمد، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ، ص 30، مطبوعہ کراچی)

سوال: اذان دینے یا اذان سننے کی کوئی فضیلت بھی ہے یا نہیں؟

جواب: اذان دینے کی بہت بڑی فضیلت ہے اور اذان سن کر انہیں کلمات کو دھرانے والا بھی ثواب پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ (المائدہ) ترجمہ: اور جب تم (اذان دیتے ہوئے لوگوں کو) نماز کے لیے پکارتے ہو تو وہ (کفار) اس کو مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ (البیان ص 151، ترجمہ غزالی زمان)

ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عیسائی جب مؤذن سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سنتا تو جل کر کہتا۔ اللہ جھوٹے کو جلا دے ایک رات اس کا خادم آگ لے کر آیا، وہ اور اس کی بیوی سو رہے تھے، ایک چنگاری اچانک اڑ کر عیسائی پر جا پڑی، عیسائی اور اس کی بیوی اور ان کا گھر سب جل کر راکھ ہو گئے۔ (تفسیر مظہری ج 3، ص 136، کشاف ج 1، ص 65، خازن ج 1، ص 507، تفسیر ابن کثیر ج 1، ص 74) اذان سے اور بالخصوص اسم رسول اللہ ﷺ سے مسخری کرنے اور جل بھن جانے والے کا انجام آپ کے سامنے ہے جو سب کے لیے درس عبرت ہے۔ اذان کی فضیلت کے بارے حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر 1: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے تا کہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔ (بخاری ج 1، ص 85، مسلم ج 1، ص 167)

حدیث نمبر 2: حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ اذان سن کر شیطان بھاگتے روحا تک پہنچ جاتا ہے۔ روحا مدینہ منورہ سے 36 میل دور ہے۔ (مسلم ج 1، ص 167)

حدیث نمبر 3: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ثواب کی نیت سے سات سال اذان دی وہ جہنم کی آگ سے بری ہو گیا۔

(ترمذی ج 1، ص 51، ابو داؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ)

حدیث نمبر 4: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس

نے بارہ برس اذان کہی اس کے لیے جنت واجب ہے، ہر اذان کے بدلے 60 نیکیاں اور ہر اقامت کے بدلے 30 نیکیاں لکھی جاتی ہیں (ابن ماجہ وحاکم، بہار شریعت حصہ 3)

حدیث نمبر 5: حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سال بھر اذان پر محافظت کی اس کے لیے جنت واجب ہے۔ (بیہقی، بہار شریعت)

حدیث نمبر 6: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے پانچ نمازوں کی اذان ایمان کی بنا پر ثواب کے لیے دی اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے، امام نے ثواب کی خاطر امامت کی تو اس کے بھی سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بیہقی و بہار شریعت، ج 2، ص 22)

حدیث نمبر 7: سال بھر اذان کہنے والا قیامت کے دن بہشت کے دروازے پر کھڑا ہو کر جس کی شفاعت کرے گا قبول ہو گی۔

حدیث نمبر 8: اذان کے ثواب کا علم ہو جاتا تو اذان دینے کے لیے باہم تلوار چلتی۔

حدیث نمبر 9: جنت میں مشک کے گنبد موذنوں اور اماموں کے لیے ہیں۔

حدیث نمبر 10: ثواب کے لیے اذان دینے والا اس شہید کی طرح ہے جو خون آلود ہو اس کی قبر میں کیڑے نہ پڑیں گے۔

حدیث نمبر 11: جب موذن اذان دیتا ہے تو فراغت تک اللہ تعالیٰ کا (بے مثل) ہاتھ اس کے سر پر رہتا ہے۔

حدیث نمبر 12: جس بستی میں اذان کہی جائے وہ بستی عذاب الٰہی سے امان میں رہتی ہے۔

حدیث نمبر 13: معاذ بن انس کی روایت ہے کہ جو اذان کا جواب دے اس کے لیے عظیم ثواب ہے۔ لہٰذا غافل نہ رہیں اذان کا جواب دے کر ثواب کمائیں۔

حدیث نمبر 14: مغیرہ بن شعبہ کی روایت ہے کہ (جواب دینے والے) کی مغفرت ہو جائے گی۔ لہٰذا اذان کا جواب دے کر گناہوں کی مغفرت کرائیں۔

حدیث نمبر 15: حضور ﷺ نے عورتوں کو فرمایا تم اذان واقامت کا جواب دو، اللہ تعالیٰ

تمہارے لیے ہر کلمہ کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا اور ہزار درجے بلند فرمائے گا اور ہزار گناہ مٹا دے گا، عورتوں نے عرض کی مردوں کے لیے کیا ہے، فرمایا دوگنا (ابن عساکر و بہار شریعت ج 3، ص 24) آج کل معاملہ الٹ ہے اور اذان کی آواز پر اعتراض ہوتا ہے۔

حدیث نمبر 16: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی سید عالم ﷺ نے فرمایا جس طرح موذن کہے تم بھی اس طرح کہو جب وہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے تو تم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کہو، جو ایسا کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم ج 1، ص 167، ابوداؤد ج 1، ص 78، الاحسان بترتیب صحیح، ابن حبان ج 4، ص 97)

حدیث نمبر 17: حضور ﷺ نے فرمایا ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشَرًا (مسلم ج 1، ص 167، ترمذی، ج 2، ص 202، نسائی ج 1، ص 110، ابوداؤد ج 1، ص 77، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج 4، ص 99) اذان کے بعد مجھ پر درود شریف پڑھو جو ایک بار درود پڑھے گا اللہ پاک اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نچھاور کرے گا۔ لہٰذا اذان کہو اس کا جواب دو اور حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھو۔

سوال: اذان کے بعد والی دعا کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب: اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگیں جو حضرت جابر سے مروی ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْعَلْنَا فِيْ شَفَاعَتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (بخاری شریف ج 1 ص 86۔ ردالمحتار ج 1، ص 293)

نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن خان نے اس دعا کو (مسک الختام ج 1، ص 289) پر اور مولوی صادق غیر مقلد نے (صلاۃ الرسول ص 162) پر نقل کیا ہے۔ اور نواب آف غیر مقلد نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اذان والی دعا ہاتھ اٹھا کر مانگتے تھے (نزل الابرار حصہ اول ص 63) غیر مقلد، حضرت امام احمد بن حنبل کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں (ہدیۃ المہدی و نزل الابرار) لہٰذا غیر مقلد بھی اذان کے بعد والی دعا

ہاتھ اٹھا کر مانگیں۔ اور امام احمد کے طریقے پر عمل کریں۔

مسئلہ: بوقت اذان، کلام، سلام، تلاوت، ذکر کھانا پینا، بات چیت بند کر کے اذان سنے اور اس کا جواب دے گفتگو بند نہ کرنا، سوء خاتمہ کا سبب بن سکتا ہے۔ (فتاوی رضویہ و بہار شریعت) یعنی مرتے وقت اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر چند اذانیں سنے تو ایک اذان کا جواب ضرور دے اگر سب کا دے تو سبحان اللہ۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ مؤذن، مرد، عاقل، صالح، پرہیز گار، سنت کے جاننے والا، صاحب وجاہت لوگوں کے احوال کا نگران، تارک جماعت کو زجر کرنے والا، اذان پر مداومت کرنے والا اور ثواب کیلئے اذان کہنے والا ہو۔ (عالمگیری و بہار شریعت ح 3 ص 26)

مسئلہ: جو اذان کہے اقامت بھی اسی کا حق ہے۔ اگر وہ اجازت دے تو دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔

(ابوداؤد ج 1، ص 76، ترمذی ج 1، ص 50، عن زیاد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سوال: کیا قبر پر اذان دینے کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب: قبر پر اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرنا قطعاً منع نہیں ہے اور اذان میں ذکر اللہ بھی ہے۔ اور ذکر رسول اللہ بھی! قبر پر قرآن پڑھنے کا حکم حضور پرنور ﷺ نے دیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔

اِذَا مَاتَ اَحَدُکُمْ فَلَا تَحْبِسُوْہُ وَاَسْرِعُوْا اِلٰی قَبْرِہٖ وَلْیُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِہٖ فَاتِحَۃُ الْبَقَرَۃِ وَ عِنْدَ رِجْلَیْہِ بِخَاتِمَۃِ الْبَقَرَۃِ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ ص 149، مترجم ج 1، ص 365-366)

جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو تو اس کو زیادہ دیر نہ رکھو اور اس کو جلدی دفن کرو۔ اور میت کے سرہانے (اس کی قبر پر) سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور اس کی (قبر کی) پائنتی پر سورۂ بقرہ کی آخری آیات تلاوت کرو۔ شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں قبر

کے سرہانے کی جانب سے الٓمّٓ تا المُفلِحُونَ اور پائنتی کی جانب اٰمَنَ الرَّسُولُ تا آخر سورہ پڑھو۔ (اشعۃ اللمعات ج 1، ص 697) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر پر قرآن پڑھنا جائز ہے۔قبر پر ذکر کرنا حضور سید عالم ﷺ کی سنت ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے دفن کے بعد جب ان کی قبر مکمل ہوگئی تو سَبَّحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسَبَّحْنَا طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا۔ رسول اللہ ﷺ تسبیح پڑھتے رہے اور ہم بھی بہت دیر تک تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے میں شامل رہے اس کے بعد آپ تکبیر پڑھتے رہے اور ہم بھی تکبیر یعنی اللہ اکبر پڑھنے میں مشغول رہے۔

(رواہ احمد مشکوٰۃ ص 26، مترجم ج 1، ص 48)

قرآن کی فضیلت اذان پر روشن و ظاہر ہے جب قبر پر قرآن پڑھنا جائز ہے تو اذان دینا کیونکر نا جائز ہوگا؟ سبحان اللہ اور اللہ اکبر قبر پر پڑھنا سنت رسول ہے اور اذان میں اللہ اکبر چھ بار موجود ہے۔اور دو بار شهادة بالله و شهادة بالرسول اور دو بار دعوة صلاة جو اہم فریضہ ہے اور دو بار دعوۃ فلاح اور ایک بار کلمہ تہلیل ہے۔ظاہر ہے کہ اذان کے سب کلمے نہایت مبارک ہیں۔نماز باجماعت کے لیے انہیں بآواز بلند کہنا سنت موکدہ ہے اور دیگر مقامات پر کہنا مستحب و مستحسن ہے۔اور انہیں میت کی تلقین کے لیے قبر پر کہنا شام کے علماء و فقہا کا پسندیدہ عمل ہے۔چنانچہ امام الاحناف محقق مذہب مہذب سلطان الفقہاء علامہ امام سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ (فتاوی شامی ج 1، ص 283) پر فرماتے ہیں نماز کے علاوہ جن دوسرے مقامات پر اذان دینے سے بے شمار برکتیں اور لاحساب رحمتیں حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں (۱) نومولود کے کان میں (کہ وہ ام الصبیان اور شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے) (۲) غمزدہ کے کان میں (اذان سننے سے اس کا غم غلط ہو جائے گا) (۳) مرگی والے کے کان میں (کہ اس کا دورہ کافور ہو جائے گا) (۴) غصہ والے کے کان میں (کہ اس کا غصہ و غضب فرو ہو جائے گا) (۵) جس آدمی یا جانور کی عادت خراب ہو ان کے کان میں (انشاءاللہ ان کی اصلاح ہو جائے گی (۶) جنگ کے وقت (اذان کہنے

سے جنگ ٹھنڈی پڑ جائے گی)(۷) آگ لگ جانے کے وقت (اذان دینے سے آگ کا شعلہ بجھ جائے گا)(۸) میت کو قبر میں اتارتے وقت اس کی قبر میں برکت ہو گی اور اسے نماز یاد آئے گی۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کی قبر کے ماحول کو ایسا کر دیا جاتا ہے کہ اسے معلوم ہوتا ہے غروب آفتاب قریب ہے، وہ قبر والا آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے (نکیرین کو) کہتا ہے مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھ لوں یَقُوْلُ دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ

(ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص 26، باب اثبات عذاب قبر)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان قادری متوفی 1340ھ اس بارے میں خوبصورت بات فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اذان علی القبر کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس عمل پر شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا قائلان جواز کے لیے اس قدر کافی ہے جو مدعی ممانعت ہے دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ (ایذان الاجر فی اذان القبر ص 2)

اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے 38 حدیثیں اور 15 دلیلیں مزید قبر پر اذان کے جواز میں رقم فرمائی ہیں۔ مانعین کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے قبر پر اذان نہیں دی اور نہ دلائی ہے لہٰذا یہ عمل بدعت ہے۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ روزانہ اس طرح کی کتنی بدعتوں کے بذات خود مرتکب ہو کر بدعتی بنتے ہیں اور سر سے پاؤں تک اپنی وضع قطع کو سیدھا کرنے کے لیے ایسے کام کرتے ہیں جو نہ سرکار ابد قرار ﷺ نے کیے ہیں اور نہ ان کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ قبر پر قرآن پڑھنے اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر کا ذکر کرنے کا عمل آپ سے اور آپ کے صحابہ سے ثابت ہے۔ پھر اسے بدعت بنا دینا سینہ زوری کے ساتھ ساتھ ذکر الٰہی کو بند کرنے کی گھناؤنی سازش نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت عمرو بن عاص نے اپنے صاحبزادے کو فرمایا کہ مجھے دفن کرنا تو میری قبر پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا اس کے بعد اتنی دیر میری قبر پر ٹھہرنا جتنی دیر اونٹ کو ذبح کر کے اس کا

گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں قبر کے ماحول سے انس حاصل کرلوں۔اور جان لوں کہ اپنے رب کے قاصد کو کیا جواب دیتا ہوں (مسلم، مشکوٰۃ ص 149) صحابی رسول اپنے بیٹے کو قبر پر دفن کرلینے کے بعد ٹھہرنے کا حکم اس لیے دے رہے ہیں کہ سنت رسول پر عمل ہو جائے اور سنت یہ ہے کہ حضور ﷺ بعد از دفن خود بھی قبر پر ٹھہرتے اور صحابہ کرام کو بھی ٹھہرنے کا حکم دیتے اور فرماتے تھے کہ اب سوال و جواب کا وقت ہے اپنے بھائی کے ایمان پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اور ذکر خدا کرو، تاکہ اس کی برکت سے وہ اپنے معاملہ میں کامیاب ہو جائے۔حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم نور مجسم ﷺ کا دستور و معمول تھا کہ آپ دفن سے فارغ ہوتے تو قبر کے کنارے پر ٹھہر جاتے اور حاضرین کو فرماتے اب قبر والے کے لیے بخشش کی دعا مانگو اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو۔ثُمَّ سَلُوْا لَہٗ بِالتَّثْبِیْتِ فَاِنَّہُ الْآنَ یُسْئَلُ اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جارہا ہے۔

(مشکوٰۃ ص 26، مسک الختام ج 2، ص 272، یہ کتاب غیر مقلدین کی ہے)

محدث کبیر امام ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسن مشہور حکیم ترمذی (اَحَدُ الْاَوْتَادِ الْاَرْبَعَۃِ) متوفی 360ھ ''نوادر الاصول'' میں حضرت سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں کہ (قبر میں) میت سے یہ سوال ہوتا ہے مَنْ رَّبُّکَ، تیرا رب کون ہے؟ تو شیطان ایک مخصوص شکل میں آکر اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کہہ دے تیرا رب ''میں'' ہوں۔علامہ حکیم ترمذی نے فرمایا کہ قبر میں شیطان کے آنے کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا اور حدیثوں میں آیا ہے۔کہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْہُ مِنَ الشَّیْطَانِ، یا اللہ میت کو شیطان کے شر سے پناہ دے (شرح الصدور ص 58، مطبوعہ خلافت اکیڈمی سوات) یعنی شیطان کا مومن کی قبر میں آنا ثابت ہے اور شیطان اذان سن کر بھاگتا ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا جب شیطان اذان سنتا ہے بھاگتا ہوا روحا تک پہنچ جاتا ہے، راوی نے کہا، روحا، مدینہ منورہ سے چھتیس

میل دور ہے (مسلم ومشکوٰۃ ص 66 فضل الاذان) شیطان لعنتی کو مسجد وقبر سے بھاگ جانے پر مجبور کرنے والا بہترین ہتھیار اذان ہے، ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ دشمن دور رہے۔ فرمان ربانی ہے۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (یوسف) بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ قرآن وحدیث کے پیش نظر شیطان کے شر سے بچنے کے لیے فقہاء اسلام وعلماء دین نے اجازت دی ہے کہ مسلمانوں کی قبروں پر اذان دے کر شیطان کو بھگایا جائے اور میت کو اس کے شر وفتنے سے بچایا جائے لیکن شیطان کے چیلوں کو یہ بات قیامت تک سمجھ نہ آئے گی۔ اس لیے اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

امام الوہابیہ علامہ ابن قیم الجوزیہ متوفی 751ھ امام طبرانی کے حوالے سے لکھتے ہیں اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب آف غیر مقلد میاں صدیق خان نے بھی امام طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارا کوئی بھائی فوت ہو جائے اور تم اسے دفن کر کے اس کی قبر بنالو تو تم میں سے ایک آدمی اس کے سر کی طرف سے کھڑا ہو کر اسے پکارے اور کہے۔ یا فلاں بن فلانۃ، قبر والا اس کی آواز سنے گا لیکن جواب نہ دے گا۔ وہ آدمی پھر پکارے اب قبر والا اس کی آواز سن کر بیٹھ جائے گا۔ وہ پھر پکارے اب قبر والا بول اٹھے گا اور کہے گا۔ فرماؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے۔ لیکن تم قبر والے کی آواز نہ سن سکو گے وہ آدمی کہے تُو اس کلمے کو یاد کر جو دنیا میں کہتا تھا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اور تو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔ آپ نے فرمایا جب تم یہ کہو گے تو منکر ونکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر قبر سے باہر نکل جائیں گے اور کہیں گے اس بندے سے ہمارا کیا کام، جسے اس کی دلیل بتادی گئی ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اگر اس کی ماں کا نام نہ آتا ہو تو پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر حضرت حوا کا نام لیا جائے۔ (زاد المعاد ج1 ص 213-214، اشعۃ اللمعات ج1، ص 121، ومسک الختام ج2 ص 276)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں راشد بن سعد اور ضمرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر سے ذکر کیا ہے وہ کہتے تھے جب میت پر اس کی قبر بنا دی جائے اور لوگ اس سے جانیں لگیں تو وہ اس کام کو مستحب کہتے تھے کہ میت کے لیے اس کی قبر کے پاس کہا جائے۔ یا فلان کہہ دے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ کلمے تین بار کہنے ہیں۔ اس کے بعد کہے اے فلاں، کہہ دے۔ رَبِّیَ اللّٰہُ وَ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَ نَبِیِّ مُحَمَّد۔ پھر قبر سے واپس ہو جائے۔ (زاد المعاد ج 1، ص 214) اس سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد قبر پر ٹھہرنا، اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا ذکر کرنا، قرآن مجید پڑھنا اذان کے کلمے کہنا جائز ہیں۔ جو ناجائز کہتا ہے وہ اس کے ناجائز ہونے کی دلیل قرآن و حدیث سے پیش کرے اٹکل پچو سے کام نہ نکالے۔ اور لوگوں کے ایمان سے نہ کھیلے۔

سوال: اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا مانگنے کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعز برہانہ نے ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اے ایمان والو! درود پڑھو ان (نبی کریم ﷺ) پر اور خوب سلام پڑھو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر شب و روز کے ہر لمحے میں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کے پڑھنے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں کیا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شب و روز کے ہر لمحے میں اللہ کو اپنے محبوب ﷺ کی ذات بابرکات پر درود شریف پڑھنا محبوب و مطلوب ہے (اِلَّا مَا قَامَ عَلَیْهِ دَلِیْلُ الْمَانِع) اور اللہ تعالیٰ کے حکم مطلق کی تفسیر میں بانی دین متین ﷺ نے ایک مقام کا تعین فرماتے ہوئے حکم دیا کہ اذان کے بعد بھی درود شریف پڑھا کرو، چنانچہ ارشاد رسول کریم ﷺ ہے جس کے راوی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا۔ مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا یَنْبَغِیْ اِلَّا

لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللهِ وَاَرْجُوْاَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ۔
فرمایا کہ جب مؤذن سے اذان سنو تو تم بھی اسی طرح کہو اذان کے بعد میری ذات پر درود شریف پڑھو۔ کیونکہ جس نے ایک بار درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگو، بے شک وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے لیے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں پس جس نے میرے لیے وسیلہ مانگا اس کے لیے شفاعت واجب ہے۔ (مسلم شریف ج 1 ص 166، ترمذی ج 2 ص 202، نسائی ج 1، ص 110، ابوداؤد ص 77، مشکوٰۃ ص 64)

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ فَمِنْهُ بَعْدَ النِّدَاءِ لِلصَّلَاةِ لِلْحَدِيْثِ الَّذِىْ رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ۔ درود شریف پڑھنے کا ایک مقام اذان کے بعد بھی ہے۔ اس حدیث کی رو سے جس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج 3، ص 529)

اذان کے بعد درود کا ثبوت

حدیث کے بہت حوالے ہیں۔ صرف وہابیوں کی مستند کتابوں کے حوالے دیکھیں۔ یہ حدیث جلاء الافہام ص 61، مظاہر حق ج 1، ص 235، بہشتی زیور ح 11، ص 22، علم الفقہ ج 2، ص 158، و تبلیغی نصاب میں ص 726 پر موجود ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور دعا مانگنے کا حکم خود سید العالمین ﷺ نے دیا ہے لہٰذا اس کے جائز و مستحب ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم خود بانی اسلام ﷺ نے دیا ہے۔ جس پر مسلمان عمل کرتے ہیں۔

درود شریف پڑھنے کا ایک مقام

محدثین، مفسرین اولیاء کاملین اور علما صالحین نے حدیثوں کی روشنی میں درود شریف پڑھنے کے مقامات کا تعین کیا ہے۔ ان میں ایک مقام درود شریف پڑھنے کا اذان ہے۔ چند حوالے ملاحظہ کریں۔ علامہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی 544ھ فرماتے ہیں۔ اذان کے وقت آپ کی ذات ستودہ صفات پر درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ آپ کا ارشاد

گرامی ہے اس کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو تو وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (کتاب الشفاج 2، ص 52، فاروقی کتب خانہ ملتان)

علامہ امام اسماعیل حقی متوفی 1137ھ فرماتے ہیں۔ وَمِنْهَا اَنْ يُّصَلِّيَ بَعْدَ سِمَاعِ الْاَذَانِ۔ درود شریف پڑھنے کی جگہوں میں ایک جگہ یہ ہے کہ درود شریف پڑھے اذان سننے کے بعد۔ (تفسیر روح البیان ج 7، ص 229 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

سند الفقہاء علامہ امام سید محمد امین ابن عابدین متوفی 1252ھ فرماتے ہیں۔ وَعَقْبُ اِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ وَعِنْدَ الْاِقَامَةِ مؤذن کو اذان کا جواب دینے کے بعد اور تکبیر کے وقت درود شریف پڑھنا ہے۔ (ردالمحتار ج 1، ص 383 مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام الوہابیہ علامہ ابن قیم الجوزیہ متوفی 751ھ نے لکھا ہے۔ اَلْمَوَاطِنُ السَّادِسُ مِنْ مَّوَاطِنِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَعْدَ اِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ وَعِنْدَ الْاِقَامَةِ۔ چھٹا مقام ان جگہوں میں سے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا ہے مؤذن کی اذان کے جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت ہے۔ (جلاء الافہام ص 224)

نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن بھوپالی متوفی 1307ھ لکھتے ہیں۔ **دیگر درود فرستادن ست بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از فراغ از اجابت مؤذن۔** درود شریف پڑھنے کی ایک جگہ مؤذن کی اذان کے جواب دینے کے بعد ہے۔ (مسک الختام ج 1 ص 288) دوسری جگہ پر لکھتے ہیں۔ **سوم صلوٰۃ بر رسول خدا فرستد بعد از اجابت مؤذن۔** تیسرا کام یہ ہے کہ اذان کا جواب دینے کے بعد، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیجے۔ (مسک الختام ج 1، ص 289 مطبوعہ سانگلہ ہل) مندرجہ بالا دلیلوں سے ثابت ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا شرعاً جائز و درست ہے ان دلائل کی روشنی میں اہل سنت درود شریف کو اذان کے بعد پڑھنا مستحب و مستحسن سمجھتے ہیں۔

درود و سلام اور دعا مانگنے کا حکم خاص مؤذن کو نہیں بلکہ اذان سننے والے ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے عام ہے۔ مسلم شریف ج 1 ص 196 پر باب ہے۔ مؤذن کے قول کو سننے

میں پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے میں پھر آپ کے لیے وسیلہ والی دعا مانگنے میں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مؤذن کا قول سننا پھر حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا پھر وسیلہ والی دعا مانگنا۔ (مسلم شریف، ج 1، ص 166)

مسلمانو! ذرا انصاف کا دامن تھامو اور سوچو جس عمل و کام کا حکم قرآن مجید اور حدیث پاک سے ثابت ہو وہ کیونکر بدعت وضلالت یا کفر و شرک ہوگا؟ تھانوی صاحب اور مولوی عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں۔ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا مانگے (بہشتی گوہر، گیارہویں حصہ مع بہشتی زیور تھانوی ص 22، مطبوعہ نور محمد کراچی، علم الفقہ ج 2، ص 185)

مولوی محی الدین غیر مقلد نے لکھا ہے بعد اذان کے حضرت نبی ﷺ پر درود بھیجے (فقہ محمدیہ ج 1، ص 20، اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ (نزل الابرار، ج 1، ص 62 مطبوعہ بنارس) فقیہ محمدیہ اور نزل الابرار غیر مقلدوں کی معتبر کتابیں ہیں۔

سوال: کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد درود وسلام پڑھتے تھے؟

جواب: حضور پرنور ﷺ نے مؤذن اور اذان سننے والوں کو حکم دیا ہے۔ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ۔ اذان کے بعد مجھ پر درود پڑھو، جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ پاک اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا مؤذن مقرر فرمایا تھا آپ کے اس حکم پر عمل کرتے تھے یا نہیں؟ اگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر عمل نہ کرتے تھے تو اس کا ثبوت پیش کریں؟ ورنہ یہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تہمت ہے جو درود کے منکروں نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے ان کے سر تھوپ دی ہے۔ (۲) اذان کے بعد ایک بار درود شریف پڑھنے سے اللہ پاک دس رحمتیں عطا فرماتا ہے تو کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس رحمتوں کی ضرورت نہ تھی؟ یہ ثواب درود پڑھنے سے انہوں نے حاصل کیا۔ اگر نہ تھی تو آپ کی ذات پر دوسرا بہتان ہوگا۔

جواب نمبر 2: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اپنی اور اپنے رسول پاک ﷺ کی

اطاعت کا حکم دیا ہے اور ایک مقام پر تو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: 7) اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ۔ نیز ارشاد فرمایا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؁ (النساء) جس نے رسول کی فرمانبرداری کی بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے روگردانی کی تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر (البیان)

جملہ صحابہ کرام اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مندرجہ بالا آیتوں پر عمل کرتے تھے لیکن منکر درود شریف حضور پر نور ﷺ کے حکم سے منہ موڑ کر اور فرمان الٰہی کو چھوڑ کر یہ پوچھنے لگا کہ کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کے بعد درود پڑھا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تھی یا نہیں؟ کی تھی تو سرکار ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا تھا کہ اذان کے بعد مجھ پر درود شریف پڑھا کرو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے اور درود شریف پڑھتے تھے۔

جواب نمبر 3: اہل علم اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں اور عدم نقل، نقل عدم نہیں، خلاصہ یہ کہ کسی عمل کا مذکور نہ ہونا اس بات کا ثبوت نہیں بن سکتا کہ وہ عمل نہیں کیا گیا، محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں، عَدَمُ النَّقْلِ لَا يَنْفِي الْوُجُوْدَ۔ عدم نقل نفی وجود کو مستلزم نہیں ہے (فتح القدیر کتاب الطہارۃ، ج 1، ص 20 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) یعنی جو چیز منقول نہ ہو یہ نہیں کہ وہ تھی بھی نہیں۔

جواب نمبر 4: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی کے ساتھ ایک بی بی کے اونچے مکان پر چڑھ کر فجر کی اذان دینے کے لیے بیٹھ جاتے جب سفیدی پھیل جاتی تو پھر کہتے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَحْمَدُكَ وَاَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ اَنْ يُّقِيْمُوْا دِيْنَكَ (ابوداؤد ص 77، البدایہ والنہایہ ج 3، ص 233) پھر عرض کرتے اے اللہ بے شک میں تیری حمد کرتا ہوں اور قریش پر تجھ سے مدد چاہتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔ نجارن بی بی کہتی ہے، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دعا کو کبھی ترک نہ

کیا، سوال یہ ہے کہ کیا اس دعا کا حکم انہیں دربار رسالت مآب ﷺ سے ملا تھا؟ (۲) جو لوگ مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اذان سے پہلے یا اس کے بعد حضرت بلال نے درود وسلام پڑھا تھا کیا وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دائمی دعا کو مانگتے ہیں؟ جب وہ یہ دعا نہیں مانگتے تو ان کا مطالبہ بے بنیاد ہے اور ہٹ دھرمی وسینہ زوری ہے حقیقت کے ساتھ مطالبے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جواب نمبر 5: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کے لیے تکبیر کہنے کا ارادہ فرماتے تو کہتے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلصَّلَاةُ یَرْحَمُكَ اللهُ۔ سلام ہوں آپ پر اے غیب کی خبریں دینے والے نبی اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔ اللہ تم پر رحمت فرمائے نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ (مسند ابن شریک، جمع الجوامع کنز العمال ج 8 ص 172، حدیث 23288) یعنی اذان کے بعد اور اقامت سے قبل حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں ہدیہ سلام پیش کرتے تھے اس کے بعد اقامت ہوتی تھی۔ اَلصَّلَاةُ یَرْحَمُكَ اللهُ والے کلمے دلالت کرتے ہیں کہ ان کا سلام وکلام باآواز بلند ہوتا تھا، اب انصاف کا تقاضا تو یہی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کے متوالے بلا تامل اذان کے بعد درود وسلام پڑھنا شروع کر دیں مگر اس نیکی پر عمل کرنا شاید ان کے نصیب میں نہیں ہے، کیونکہ وہ تو ابن عبدالوہاب نجدی کی شریعت کو اوڑھنا بچھونا بنا چکے ہیں اور ابلیس کے قول اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ انکار کیا اور اکڑ گیا۔ پر عمل فرما چکے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

جواب نمبر 6: سوال میں یہ بھی تھا کہ کیا اذان سے پہلے درود وسلام حضرت بلال پڑھتے تھے؟ اس سوال کے جواب میں عرض کروں گا۔ کہ اللہ پاک نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ تم نبی کریم (ﷺ) کی ذات پر درود وسلام پڑھو۔ آیت مبارکہ بھی ملاحظہ کریں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب) یہ آیت اس امر کی گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وقت کی پابندی نہیں لگائی یعنی اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا اللہ

تعالیٰ نے منع نہیں کیا اور نہ ہی حضور پرنور ﷺ نے اس سے روکا ہے۔ اب مسئلہ یہی سچا ہوگا کہ اذان سے قبل درود و سلام پڑھنا جائز ہے کوئی مولوی منصف مزاج قبل از اذان درود و سلام کا انکار نہیں کر سکتا۔ جو کرے گا وہ دراصل اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے حکم مطلق کی نفی کر کے قرآن کا انکار کرے گا اذان بذات خود نیک کام ہے، نماز کی دعوت ہے، موجب رحمت اور باعث مغفرت سیات ہے اور ہر نیک کام سے پہلے درود شریف پڑھنے کا حکم حضور پرنور ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام رہاوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہر شان والا کام جس کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی حمد نہ ہو۔ وَالصَّلٰوۃُ عَلَیَّ اور میری ذات پر درود نہ ہو وہ اقطع، ابتر اور ہر برکت سے محروم ہے (الجامع الصغیر ج 2 ص 97) اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ ہر نیک کام کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے محبوب ﷺ کے درود پاک سے کرنا چاہیے، جب ہم نے مان لیا کہ اذان نیک کام ہے تو اس کے آغاز میں حمد خدا اور درود مصطفیٰ ﷺ کو رکھیں تاکہ آپ کے اس فرمان پر عمل ہو جائے، جلنے سے ضد کرنے سے، روکنے سے، اعتراض کرنے سے، گالی گلوچ دینے سے، ٹکر لینے سے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور دین کی عزت و خدمت ظاہر نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ زمین میں فساد نہ کرو۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ اہل مدینہ منورہ جب باہمی آویزش میں مبتلا ہوتے تھے تو فوراً ایک دوسرے کو کہتے تھے صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْبِ۔ محبوب خدا ﷺ کی ذات بابرکات پر درود شریف پڑھو، درود پاک پڑھنے سے جھگڑا ختم ہو جاتا تھا۔ مگر آج درود شریف پڑھنے والے کے ساتھ لوگ جھگڑا کرتے ہیں۔ فیاللعجب۔ افسوس صد افسوس

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیسے کہا جائے کہ وہ قبل اذان اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے تھے یا حبیب خدا ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر درود شریف نہیں پڑھتے تھے صحابہ کرام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اور حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عاشق کون تھا؟ سرور کائنات ﷺ نے عاشقوں کے لیے ایک اصول مقرر فرمایا ہے کہ مَنْ

اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَمِنْ ذِکْرِہٖ (جامع صغیرج 2ص 166) یعنی محب اکثر اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے۔ فلہٰذا صحابہ کرام خصوصاً سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وقت اپنے محبوب، کائنات کے مطلوب حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ذکر کرتے تھے اور آپ پر درود سلام پڑھتے تھے وہ بلال جو آپ کے وصال کے بعد اذان نہ دے سکے اور بیہوش ہو کر موذنہ سے گر پڑے آپ کو کیسے بھول سکتے تھے اور درود شریف کو کیونکر چھوڑ سکتے تھے؟

سوال: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: علماء اہل سنت کی طرح دوسرے فرقوں کے لوگ یعنی دیو بندی وغیر مقلد اس بات پر متفق ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بھی درود شریف ہے۔ اذان کے بعد یا کسی دوسرے وقت اسے پڑھنے والا مشرک وکافر نہیں ہوتا کیونکہ ہر نمازی التحیات میں اس جیسے کلمات پڑھ کر اپنی نماز مکمل کرتا ہے۔ یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ حضور پرنور ﷺ نے نزدیک اور دور والے تمام صحابہ کرام کو یہی سلام پڑھنے کا حکم دیا تھا اور یہ نہ فرمایا کہ میرے وصال کے بعد اسے نہ پڑھنا۔ لہٰذا اسے پڑھنا یا اس جیسے درود وسلام کو پڑھنا منع نہ ہوگا اس بنا پر اہل سنت علماء نے اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ کاتب الحروف نے اس موضوع پر ایک رسالہ ''یارسول اللہ کہنے کا جواز'' لکھا ہے جسے ادارہ ضیاء القرآن نے خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کا انکار دیو بندی اور غیر مقلد کرتے ہیں لہٰذا ہم ان کے بزرگوں کے چند حوالے پیش کر کے ان پر اتمام حجت کرتے ہیں اور لوگوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ جو کام بزرگان دیو بند کے لیے جائز ہے وہ کام اہل سنت مسلمانوں کے لیے کیوں جائز نہیں ہے؟ وہابیوں کے ترجمان مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ فتوی دیتے ہیں (اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ) کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص 334، علم الفقہ ج 2، ص 159، اخفاء الذکر ص 32، فیوض قاسمہ ص 48، جمال الاولیاء ص 39، باغ جنت ص

382، شہاب ثاقب ص 64، جلاء الافہام ص 258، تبلیغی نصاب ص 789، امداد المشتاق ص 59، کلیات امدادیہ ص 8، وص 50-51 وص 72، شمائم امدادیہ ص 52، مصدقہ تھانوی صاحب غوث اعظم ص 33۔ دیوبندی کتابوں کے درج بالا حوالوں کے بعد، دیوبند کے مفتی اول مولوی عزیز الرحمٰن کا فتویٰ ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں۔ یُسْتَحَبُّ اَنْ یُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰی مِنَ الشَّهَادَتَيْنِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (فتاوی دیوبند ج 2 ص 107، طبع مکتبہ امدادیہ ملتان) یا رسول اللہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا درود ہو، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ کی طرح یہاں بھی کاف خطابیہ اور یاء ندائیہ موجود ہے۔ جب اذان کے اندر صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ کہنا جائز ہے تو اذان کے بعد اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ کہنا کیونکر ناجائز ہوگا؟ تھانوی صاحب اپنی زندگی کی آخری کتاب بوادر النوادر ص 139 اور السنۃ الجلیہ ص 101) پر اس شعر کی توثیق کر کے اس کا حل نکالتے ہیں وہ شعر یہ ہے

قسم بقبلہ روئے تو یا رسول اللہ ﷺ

رواست سجدہ بسوئے تو یا رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ آپ کے چہرہ اقدس جو عاشقوں کا قبلہ ہے اس کی قسم، یا رسول اللہ ﷺ آپ کی طرف سجدہ کرنا روا ہے اپنے آپ کو دیوبندی کہلانے والے تھانوی صاحب کے مصدقہ درج بالا شعر کو بار بار پڑھیں اور اہل سنت مسلمانوں کی صداقت و حقانیت کو تسلیم کریں اور یقین کریں کہ جو لوگ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ کہنے پر جلتے ہیں وہ اصلی دیوبندی نہیں ہیں وہ گندم دکھا کر جو بیچنے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے دین ایک تماشہ بن کر رہ گیا ہے۔ اب ہم آپ کو غیر مقلدوں کے پاس لے کر چلتے ہیں۔ دیکھیں کہ وہ کس طرح اس میدان میں اترتے ہیں۔

نواب آف غیر مقلد مولوی وحید الزمان نے لکھا ہے یا رسول اللہ، یا علی یا غوث پکارنا شرک نہیں ہے۔ (ہدیۃ المہدی، ج 1، ص 24) نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن

خان بھوپالی کا وظیفہ تھا۔

قبلہ دین مددے کعبہ ایمان مددے

ابن قیم مددے قاضی شوکان مددے

ترجمہ: قبلہ دین میری مدد کرو اے کعبہ ایمان میری مدد کرو۔ اے ابن قیم میری مدد کرو اے قاضی شوکانی میری مدد کرو۔ (ہدیۃ المہدی ص 23) اس شعر میں نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن کا استغاثہ ہے اور فریاد ہے۔ مرے ہوئے مولویوں کو ندا و پکار ہے اور ان سے مدد مانگنے کی بھرمار ہے۔ ہے کوئی غیر مقلد جوان تین مولویوں کو اپنے کھاتے سے نکال باہر پھینکے۔ اور ان پر کفر و شرک کا فتویٰ لگائے ہمیں میدان ہمیں گوئے

سعودی حکمرانوں اور نجدی ملاؤں کے غلبے سے پہلے پوری دنیا میں عموماً اور مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ میں خصوصاً اذان کے بعد درود شریف بآنگ دہل کہتے تھے (الدرر السنیہ ص 48، خلاصۃ الکلام فی بیان امراء بلدۃ الحرام ج 2، ص 279، الفجر الصادق ص 22) اور فتاویٰ (دیوبند ج 2، ص 106) پر ایک سوال ہے۔ اذان سے قبل اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وغیرہ جس کو صلوٰۃ کہتے ہیں اور مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ میں ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہابیوں کے غلبے سے پہلے عرب شریف میں بوقت اذان اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھتے تھے روضہ رسول ﷺ پر اب بھی بارگاہ نبوت میں یہ صلوٰۃ و سلام پیش کیا جاتا ہے اگر یہ شرک ہوتا تو وہاں شرک ہوتا جو وہاں شرک نہیں ہے تو یہاں بھی شرک نہیں ہے چنانچہ۔ مولوی حسین احمد مدنی صدر المدرسین دیوبند لکھتے ہیں وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کو سخت منع کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب (عَلَیْکَ) اور ندا (یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ) کیوں نہ ہو مستحب (و پسندیدہ) و مستحسن (بہت حسین) جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کے پڑھنے کا حکم کرتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص 65)

مسلمانو! جماعت اہل سنت کی حقانیت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو کہ دیوبندیوں نے اور غیر مقلدوں نے یا رسول اللہ والے درود شریف کی تصدیق و تائید کر دی ہے لہٰذا ہر دیوبندی و غیر مقلد کو چاہیے کہ وہ اہل سنت کی طرح اذان کے بعد اور ہر دینی پروگرام میں اس درود شریف کو پڑھ کر اپنی نسبت کی لاج رکھے۔ اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا استدلال حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا یُرَدُّ الدُّعَاءَ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ یعنی اذان و تکبیر کے درمیان مانگی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی (ابوداؤد ج 1 ص 77، مشکوٰۃ ص 66 و ترمذی) اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس دعا کے اول و آخر میں درود شریف نہ پڑھا جائے وہ دعا درجہ قبولیت پر فائز نہیں ہوتی۔ (جلاء الافہام ص 266۔ عن عمر، وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما القول البدیع ص 221، تا ص 224)

لہٰذا اذان کے بعد دعا سے قبل درود پڑھنا ثابت ہوا۔ نواب آف غیر مقلد وحید الزماں نے لکھا ہے۔ وَعِنْدَ الْفَرَاغِ سُنَّۃٌ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اذان سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے (نزل الابرار ج 1، ص 62)

نواب صاحب نے لکھا ہے کہ دعا بعد میں مانگے اور ہاتھ اٹھا کر مانگے کیونکہ اس وقت امام احمد بن حنبل ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ (نزل الابرار ج 1 ص 63) لہٰذا اذان والی دعا بھی ہاتھ اٹھا کر مانگیں، کیونکہ دعا کے آداب میں ہاتھ اٹھانا بھی شامل ہے۔

سوال: جماعت کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے؟

جواب: تکبیر نماز میں جماعت کے لیے کھڑے ہونے کا مسئلہ بھی حدیث میں موجود ہے چنانچہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ قَدْ خَرَجْتُ۔ جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہونا جب تک مجھے نہ دیکھ لو کہ میں (حجرہ سے) نکل آیا ہوں (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص 67) اس سے قبل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت مشکوٰۃ

ص 63-64 پر ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جب تم اذان پڑھو تو ٹھہر ٹھہر کر اور جب اقامت کہو تو روانی کے ساتھ اور ان دونوں کے درمیان اتنا وقفہ رکھو کہ کھانا کھانے والا، پانی پینے والا اور قضاء حاجت والا فارغ ہو جائے اور نماز کے لیے نہ کھڑے ہو جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

شارحین حدیث فرماتے ہیں مسجد میں امام کے آنے سے مقتدیوں کا پہلے کھڑا ہو جانا عبث اور بلا فائدہ ہے۔ کیونکہ حضور پرنور ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ سے اس وقت نکلتے تھے جب موذن نماز کے لیے تکبیر شروع کر چکا ہوتا تھا۔ وَيَدْخُلُ فِيْ مِحْرَابِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ قَوْلِهٖ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور آپ تشریف لاتے مسجد کے محراب میں جب مکبر حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کہتا۔ اس لیے ائمہ اسلام نے فرمایا کہ امام اور مقتدی حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کہے جانے کے وقت کھڑے ہوں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو اس وقت کھڑا ہونے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ اس وقت کھڑا ہونے کی ضرورت ہے اس لیے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مقتدی مکمل اقامت ادا ہو جانے کے بعد کھڑا ہو (مرقاۃ ہامش مشکوٰۃ نمبر 1 ص 64) امام محمد فرماتے ہیں ہمیں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا ان کو طلحہ بن مصرف نے حضرت ابراہیم سے حدیث سنائی فرمایا جب موذن حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے۔ فَاِنَّهٗ يَنْبَغِيْ لِلْقَوْمِ اَنْ يَّقُوْمُوْا فَيَصُفُّوْا۔ تو قوم کو چاہیے کہ اس وقت کھڑے ہو کر صف بنائیں۔

(کتاب الاثار ص 20)

اب دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے حوالے اتمام حجت کے لیے ملاحظہ کریں۔ دیوبند کے مفتی اول، مولوی عزیز الرحمان متوفی 1347ھ نے لکھا ہے۔ نماز کے آداب میں سے فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے وقت سب کھڑے ہو جائیں۔ (فتاویٰ دیوبند ج 2، ص 112) بے شک فقہاء نے آداب نماز میں سے اس کو لکھا ہے کہ جس وقت مکبر حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے تو ائمہ ثلاثہ یعنی امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جائیں۔ کذا فی الدر المختار (فتاوی دیوبند ج 2 ص 213) درمختار میں ہے کہ

امام اور مقتدیوں کا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر کھڑا ہونا آداب میں سے ہے (فتاوی دیوبندی ج 2 ص 216 وج 3 ص 154) دیوبند سے منسوب لوگ اپنے مفتی صاحب کے فتوؤں کی روشنی میں بارگاہ الوہیت میں حاضری کے وقت آداب نماز کا لحاظ کریں اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے وقت کھڑے ہو کر اہل سنت مسلمانوں کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کرلیں۔ آخر میں نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن بھوپالی کا حوالہ ملاحظہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں در فقہ مذکور است کہ چون حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ گوید باید بر خاست شاید کہ آنحضرت نیز دریں وقت بیرون مے آمد۔ فقہ میں مذکور ہے کہ جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہے اس وقت اٹھنا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ اس وقت باہر تشریف لاتے تھے (مسک الختام، ج 1، ص 284) اقامت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کا کلمہ بھی اس مسئلہ کی اٹل وفیصلہ کن دلیل ہے کہ اس وقت کھڑا ہونا چاہیے ورنہ اس کلمے کی افادیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ بغیر کسی عذر شرعی کے اس امر استحبابی کو نظر انداز کر دینا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو امر خیر پر عمل کی توفیق دے آمین۔ اس مسئلہ کو درج ذیل کتابوں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج 1 ص 308، مظاہر حق ج 1 ص 231، کشف الغمہ ج 1 ص 79، فتاوی شامی ج 1 ص 295، شرح وقایہ مع مصباح الہدایہ ص 980، کنز الدقائق ص 32، نور الایضاح ص 80، مراقی الفلاح ص 166، فتاوی رضویہ ج 2 ص 418، بہار شریعت)

سوال: انگوٹھے چومنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگائے۔ اور کہے قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ (بہار شریعت حصہ 3 ص 31، رد المحتار ج 1 ص 293، تفسیر جلالین ص 357، حاشیہ نمبر 13، تفسیر روح البیان ج 7، ص 229، ج 2، ص 410، موضوعات کبیر ص 108، ضیاء الصدور، ص 22، ہمارے شیخ کریم قبلہ کاظمی غریب نواز اور ہمارے والد گرامی انتہائی والہانہ انداز سے انگوٹھے چومتے تھے

اور محبت سرکار ﷺ میں جھومتے تھے۔ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ

استاذ العلماء علامہ منظور احمد صاحب فیضی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارقام فرمایا ہے۔ اذان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم پاک کو سن کر انگوٹھے اور شہادت کی انگلیوں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر ملنا موجب شفاعت سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور سبب دخول جنت ہے اور باعث کفارہ گناہاں ہے اور نور بصر کی حفاظت کا علاج بھی۔ عن الصدیق والحسن والخضر علیہم السلام، مقاصد حسنہ، جامع الرموز، شرح نقایہ، مختصر الوقایہ، فتاوی صوفیہ، کنز العباد، قوت القلوب، مضمرات، ہامش، جلالین، ص 357، تفسیر روح البیان ج 4، ص 648، کتاب مسند الفردوس، دیلمی حواشی البحر، رملی، ردالمحتار ج 1، ص 293، حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص 122، مجمع، بحار الانوار، فتاوی شیخ جمال بن عبداللہ مکی حنفی، موضوعات علی قاری ص 73، تذکرہ الموضوعات للفتنی ص 134، منیہ علی رد التھانوی از مقام رسول ص 634)

(۲۱) علامہ نور الدین خراسانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کا نام مبارک اذان میں سن کر انگوٹھے چوما کرتا تھا۔ پھر چھوڑ دیا تو میری آنکھیں بیمار ہو گئیں۔ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا، فرمایا تو نے اذان کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیوں چھوڑ دیا؟ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں درست ہو جائیں تو وہ عمل پھر شروع کر دے۔ پس میں بیدار ہوا اور یہ عمل شروع کر دیا تو میری آنکھیں درست ہو گئیں اور اس کے بعد اب تک وہ مرض نہیں لوٹا۔ (نہج السلامۃ ص 5)

(۲۲) وہابیہ کے معتبر عالم، مولانا عبد الحی لکھنوی نے لکھا ہے کہ اذان میں اسم سرکار سن کر انگوٹھے چومنا اور ان کو آنکھوں پر ملنا مستحب ہے۔ (مجموعۃ الفتاوی ج 3، ص 42)

(۲۳) مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے کہ اور اگر صحت بدنیہ یعنی حفاظت چشم کی نیت سے انگوٹھے چومنے کا عمل کیا جاوے وہ ایک قسم کی طبی تدبیر ہے سو وہ فی نفسہ جائز ہے (بوادر النوادر، ص 409) لہٰذا تھانوی صاحب کے محب علاج جان کر چومیں، ورنہ کم از کم اس کے جائز ہونے کو تسلیم کر کے تھانوی صاحب کی لاج رکھ لیں۔

(۲۴) مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے لکھا ہے کہ اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ سنے تو یہ بھی کہے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ الله اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے کے ناخنوں کو آنکھ پر رکھ کر کہے۔ قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ

(جامع الرموز، کنز العباد، علم الفقہ حصہ دوم، ص159)

(۲۵) لکھنوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں بعض احادیث اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں کہ اذان میں نبی کریم ﷺ کا نام گرامی سن کر انگوٹھوں کو چومنا چاہیے۔ کوئی حدیث ان میں جلیل القدر محدثین کے نزدیک صحت کو نہیں پہنچی سب ضعیف ہیں، کسی ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے (حاشیہ علم الفقہ ص 164، حصہ دوم) گنگوہی وہابی اور انبیٹھوی وہابی کے نزدیک بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا درست ہے (براہین قاطعہ ص 96) فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا درست ہے، ضعیف اور موضوع میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(۲۶) دو سو سال گناہ کرنے والے بنی اسرائیلی کو نام محمد چومنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ (حلیۃ الاولیاء ابونعیم ج5، ص42، سیرۃ حلبیہ ج1، ص85، خصائص کبری ج1، ص16، انیس الجلیس ص245)

(۲۷) حضور کریم ﷺ کا نام مبارک چومنے والے عیسائیوں کی نسل بڑھ گئی اور آپ کا نور ہر معاملہ میں ان کا مددگار بن گیا اور اسم محمد کی ناقدری کرنے والے عیسائی ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہو گئے۔ (مثنوی ج1، ص102)

(۲۸) دیوبند کہ مفتی اول مولوی عزیز الرحمان دیوبندی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے اِسْتِحْبَابُ تَقْبِيْلِ اِبْهَامَيْنِ کی دلیل شامی کی یہ عبارت ہے۔ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا۔ قُرَّتْ عَيْنِىْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَىِ الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُوْنُ قَائِدٌ لَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ

(كَذَا فِي كَنْزِ الْعُبَادِ قهستاني وَنَحْوَهُ فِي الْفَتَاوى الصُّوفِيَّةِ وَفِي كِتَابِ الْفِرْدُوسِ- مَنْ قَبَّلَ ظَفَرَى اِبْهَامَيْهِ عِنْدَ سِمَاعِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْاَذَانِ اَنَا قَائِدُهُ وَمُدْخِلُهُ فِي صُفُوْفِ الْجَنَّةِ وَتَمَامُهُ فِي حَوَاشِي الْبَحْرِ لِلرَّمْلِيِّ عَنِ الْمَقَاصِدِ الْحَسَنَهِ لِلسَّخَاوِيِّ وَذَكَرَ ذٰلِكَ الْجَرَّاحِيُّ وَاَطَالَ ثُمَّ قَالَ وَلَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْءٌ الخ (شامی ج1 ص 267، باب الاذان)

آخر عبارت شامی سے یہ بھی واضح ہوا کہ کوئی مرفوع حدیث صحیح اس بارے میں نہیں ہے، غایت یہ کہ ضعیف حدیث پر بھی فضائل اعمال میں عمل کرنا درست ہے

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج2، ص 107 طبع ملتان)

مستحب ہے کہ کہا جائے پہلی شہادت سنتے وقت۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اور دوسری بار سنتے وقت کہے۔ قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پھر کہے اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔ اس کے بعد انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے۔ بے شک جنت کی طرف اس کے قائد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔ امام قہستانی کی کنز العباد میں اس طرح سے اور فتاویٰ صوفیہ میں بھی اور کتاب الفردوس میں ہے کہ جس نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰه سن کر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم لیا تو رسول اللہ ﷺ اس کے قائد ہوں گے اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کریں گے اور یہ تمام امام رملی کی بحر کے حواشی میں مقاصد حسنہ سے منقول ہے اور اسے جراحی نے بھی نقل کیا ہے اور اس پر لمبا کلام کیا ہے۔

علامہ محمد طاہر بن علی ہندی متوفی 986ھ نے انگوٹھے چومنے کے بارے میں چھ روایتیں نقل کی ہیں۔ (تذکرہ الموضوعات ص 34)

موجودہ زمانے میں بعض فرقے نہ صرف تقبیل ابہامین کے استحباب کے منکر ہیں بلکہ اس پر عمل کرنے والے کو بدعتی، مشرک وغیرہ کہتے ہیں اور انگوٹھوں کو ذکر کی مانند قرار دے کر طرح طرح کا مذاق اڑاتے ہیں۔ واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں سب سے پہلے یہ عمل سیدنا صدیق اکبر نے کیا اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دخول جنت کی بشارت

حاصل کی۔ (تفسیر روح البیان ج 7، ص 229، حاشیہ تفسیر جلالین نمبر 13، ص 357، موضوعات کبیر ص 108) ہاتھ کی نر انگشت یعنی انگوٹھے کو ذکر و آلہ تناسل کی مانند قرار دینے والوں کو جاننا چاہیے کہ جب ان کے لیے آٹا گوندھا جاتا ہے تو یہ انگوٹھا بھی شریک ہوتا ہے جب روٹی بنتی ہے تو انگوٹھے کا حصہ نمایاں ہوتا ہے پھر جب یہ لوگ روٹی و بوٹی کھاتے ہیں تو یہی انگوٹھا ساتھ ہوتا ہے پھر جب دانت میں بوٹی کا ٹکڑا پھنس جاتا ہے تو اسی سے نکالتے ہیں، وضو کرتے نماز پڑھتے قرآن پاک کو ہاتھ لگاتے غلاف کعبہ کو پکڑتے وقت یہ انگوٹھا بھی کام آتا ہے کیا اس وقت بھی یہ آلہ تناسل کی مانند ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

تفسیر بحر العلوم نسفی میں ہے کہ نور محمدی ﷺ حضرت آدم کے جسد اقدس میں امانت رکھا گیا تھا۔ آدم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم ہونے لگی انہوں نے سوال کیا۔ یا اللہ یہ کیا ہے؟ فرمایا میرے محبوب کی نور کی جلوہ فگنی ہے، عرض کی میں دیدار کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا اپنی شہادت کی انگلی میں دیکھو، جب دیدار ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے انگلی کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور درود وسلام پڑھنے لگے، اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ سن کر انگشت شہادت چومنا اور آنکھوں سے لگانا سنت آدم علیہ السلام ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ (خلاصہ معارج النبوۃ فارسی ص 228، باب 2، فصل 8، اردو ج 1، ص 436) اِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْتَاقَ اِلٰى لِقَاءِ مُحَمَّدٍ اَظْهَرَ اللهُ جَمَالَ حَبِيْبِهٖ فِيْ ظَفَرَيْ اِبْهَامَيْهِ فَقَبَّلَ آدَمُ ظَفَرَيْ اِبْهَامَيْهِ وَ مَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ فَصَارَ اَصْلًا لِذُرِّيَّتِهٖ (روح البیان ج 7، ص 229) آپ کے نام چومنے کے فائدے (۱) ہر قسم کے گناہ معاف (۲) آنکھیں نہیں دکھتی (۳) اندھا نہ ہوگا (۴) آپ کی قیادت میں جنت کا داخلہ ہوگا۔ (خلاصہ از حاشیہ تفسیر جلالین ص 357، حاشیہ نمبر 13)

سوال: نماز کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: نماز کی شرطیں یہ ہیں۔ (۱) طہارت یعنی نمازی کا جسم اور اس کے کپڑے اور جس جگہ نماز پڑھتا ہے ان کا پاک ہونا (۲) ستر عورت یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض

ہے چھپا ہوا ہو۔ لیکن غیر مقلدوں کے امام اول مولوی نذیر حسین دہلوی نے لکھا ہے کہ ستر عورت (شرمگاہ چھپانا) نماز کے لیے شرط نہیں (فتاوی نذیر یہ ج1 ص 338) نواب آف غیر مقلد وحید الزمان نے لکھا ہے۔ فَلَوْ صَلَّى عُرْيَانًا وَ مَعَهُ ثَوْبٌ صَحَّتْ صَلَاتُهُ۔ پس اگر وہ ننگے ہو کر نماز پڑھے اور اس کے پاس کپڑا بھی ہو تو اس کی نماز صحیح ہے (نزل الابرار ج1 ص 65، طبع بنارس) غیر مقلدو شاد باش ہمت نہ ہارو مرد میدان بنو اور ایسا کر کے دکھاؤ سر کے بعد دھڑ کا نمبر لگاؤ۔ (۳) استقبال قبلہ یعنی نماز میں قبلہ یعنی کعبہ کی طرف منہ کرنا (۴) وقت یعنی جو نماز پڑھنی ہے اس کا وقت بھی ہو

(۵) نیت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ انہیں تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں اسی کے دین کو خالص رکھتے ہوئے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ لہٰذا ہر نماز کی نیت کریں۔

سوال: ہر نماز کا وقت بتادیں؟

جواب: فجر کا وقت صبح صادق چمکنے سے طلوع آفتاب تک اجالے میں پڑھنا مستحب ہے۔ ظہر و جمعہ کا وقت آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے۔ فائدہ: گرمیوں میں ظہر اور جمعہ میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ سید عالم ﷺ نے ظہر و جمعہ کو گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری ج 1، ص 77، مسلم ج 1، ص 224) عصر کا وقت ظہر کے وقت ختم ہونے سے لے کر غروب آفتاب تک، مغرب کا وقت غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے، شفق اس سفیدی کا نام ہے جو جانب مغرب سرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً پھیلی ہوئی رہتی ہے اور یہ وقت کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ 25 منٹ ہوتا ہے عشاء و وتر کا وقت سفیدی کے غروب ہونے سے طلوع فجر یعنی صبح صادق تک ہے۔

(۶) تکبیر تحریمہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی اپنے رب کا نام لے کر

نماز پڑھیں۔ حضور پر نور ﷺ اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے تھے۔

فائدہ: قبل آغاز تکبیر تحریمہ ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ کوئی ایک شرط نہ پائی گئی تو نماز نہ ہوگی۔ (اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ)

سوال: شیعہ نماز ظہر وعصر کو دن کے 12.30 کے بعد اور نماز مغرب وعشاء کو مغرب کے وقت میں پڑھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ شیعہ لوگ قرآن مجید کے بعد نہج البلاغۃ کو ترجیح دیتے ہیں اس میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے نماز کے بارے میں مختلف شہروں کے حکمرانوں کو حکم نامہ جاری فرمایا کہ ظہر کی نماز پڑھاؤ اس وقت تک کہ سورج اتنا جھک جائے کہ بکریوں کے بھانے کی دیوار کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھا دینا چاہیے کہ سورج ابھی روشن اور زندہ ہو اور دن اتنا باقی ہو کہ 6 میل کی مسافت طے کی جا سکے اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھاؤ کہ جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور حاجی عرفات سے واپس جاتے ہیں اور عشاء کی نماز مغرب کی سرخی غائب ہونے سے رات کے ایک تہائی حصہ تک پڑھا دو اور صبح کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب آدمی اپنے ہمراہی کا چہرہ پہچان لے اور نماز اتنی مختصر پڑھاؤ کہ کمزور آدمی پر بار نہ گزرے اور لوگوں میں فتنہ نہ ڈالو۔ (نہج البلاغہ عربی ج 3، ص 82 و اردو ص 743)

سوال: نماز کے فرض کتنے ہیں؟

جواب: نماز کے فرض سات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام یعنی سیدھا کھڑا ہونا (۳) قراءت یعنی تمام حروف مخارج سے ادا ہوں اور آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا ضروری ہے کہ خود سنے اگر خود نہ سنا اور کوئی شور وغل یا ثقل سماعت مانع نہ تھا تو نماز نہ ہو گی۔ (۲) مطلقاً ایک آیت کا پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر وسنت ونفل کی ہر رکعت میں امام وا کیلے نمازی پر فرض ہے (۳) مقتدی کو کسی نماز میں قراءت جائز نہیں نہ فاتحہ، نہ آیت نہ آہستہ کی نماز میں نہ جہر کی نماز میں امام کی قراءت مقتدی کو کافی ہے (مسلم ج 1 ص

174 و ص 215، جامع صغیر ج 1، ص 33، کنوز الحقائق ص 111، ابن ماجہ ص 61) (۴) رکوع یعنی اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنے کو پہنچ جائیں یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے اور پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی یعنی برابر ہو جائے (۵) سجدہ یعنی پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگنا شرط ہے۔

فائدہ: دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے تو نماز نہ ہوگی۔

فائدہ: سجدہ میں ناک کی ہڈی کا زمین پر لگنا ضروری ہے۔

فائدہ: بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (۶) قعدہ آخیرہ یعنی نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا کہ التحیات کو رَسُولُہٗ تک پڑھ لے، یہاں تک پڑھنا فرض ہے۔ (۷) خروج بصنعہ یعنی دائیں وبائیں سلام پھیر کر نماز سے باہر آنا۔ اور اپنی مرضی سے نماز ختم کرنا، مقتدی امام کے تابع ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح امام کرے گا مقتدی بھی اسی طرح کرے گا۔

سوال: نماز کے واجبات کتنے ہیں؟

جواب: نماز کے واجبات یہ ہیں (۱) فاتحہ پڑھنا (۲) سورۃ ملانا (۳) جہری نماز میں با آواز (۴) خاموشی والی نماز میں منہ میں پڑھنا (۵) سورۃ مقرر کر لینا (۶) ہر رکن کو پورا پورا ادا کرنا (۷) نماز کی ترتیب برقرار رکھنا (۸) دو رکعت کے بعد التحیات کے لیے بیٹھنا (۹) قعدہ اخیری میں التحیات پڑھنا (۱۰) لفظ سلام سے نماز ختم کرنا (۱۱) وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا (۱۲) عیدوں کی چھ تکبیریں زیادہ کہنا بھی واجب ہیں۔

سوال: نماز ادا کرنے کا طریقہ بتا دیں؟

جواب: نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے۔ وضو کرنے کے بعد جہاں نماز پڑھنی ہو وہاں قبلہ رو دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ کر کے کھڑا ہو پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور دونوں ہاتھ کانوں تک لے جائے کہ انگوٹھے کان کے نچلے حصے سے چھو جائیں اور ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور انگلیاں اپنی حالت پر، اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ ناف کے نیچے

اس طرح باندھ لے کہ داہنی ہتھیلی کی گدی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں، بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیاں کلائی کے اردگرد ہو اور ثنا یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ آخر تک پڑھے پھر تعوذ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ آخر تک پڑھے پھر تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ آخر تک پڑھے، پھر سورۃ فاتحہ یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ آخر تک پڑھے اور آمین آہستہ کہے، پھر کوئی سورۃ یا تین آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھے، پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے اور گھٹنوں کو ہاتھ سے اس طرح پکڑے کہ ہتھیلیاں گھٹنے پر ہوں اور انگلیاں گھٹنے پر پھیلی ہوئی ہوں، پیٹھ اور سر برابر ہوں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہے، پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہوا قومہ کرے یعنی سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر مقتدی ہو تو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائے اس طرح کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور سر کو ان کے بیچ میں رکھے، پیشانی اور ناک کی ہڈی زمین پر جم جائے، بانہوں کو کروٹوں اور زمین سے اور پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف جمی رہیں اور کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھے پھر سر اٹھائے اور داہنا پاؤں کھڑا کرے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور ہتھیلیوں کو رانوں پر گھٹنے کے پاس رکھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرے سجدہ میں چلا جائے اور سجدہ کر کے سر اٹھائے پھر ہاتھ اٹھائے پھر گھٹنے اٹھائے اور پاؤں کے پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مکمل کرے اور سورۃ پڑھے اسی طرح دوسری رکعت بھی مکمل کر کے تشہد کے لیے بیٹھ کر اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ آخر تک پڑھے، التحیات میں جب اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ پر پہنچے تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور باقی انگلیوں کو ہتھیلی سے ملا کر شہادت کی انگلی کو بغیر جنبش کے اٹھا دے اور اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر گرا دے اور ہاتھ سیدھا کر لے اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہوں تو التحیات کو عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور حسب سابق اَلْحَمْدُ شریف و سورۃ پڑھے مگر فرضوں کی پہلی دو رکعتوں کے بعد والی

رکعتوں میں صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مکمل پڑھے اور سورۃ نہ ملائے فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرات یعنی اَلْحَمْدُ اور سورۃ ملانا واجب ہے۔ وتر وسنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورۃ ملانا واجب ہے۔آخری قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف اور دعا پڑھ کر داہنے کندھے کی طرف منہ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے اور بائیں کندھے کی طرف منہ کر کے یہی سلام کہے۔نماز مکمل ہوگئی ہے یہ طریقہ اکیلے نمازی کا ہے۔اگر مقتدی ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سورۃ نہیں پڑھے گا مذکورہ طریقہ نماز میں، فرض واجب، سنت اور مستحب جمع ہیں۔

فائدہ: فرض ادا کیے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ واجب کا ترک ارادۃً گناہ ہے اور نماز دوبارہ پڑھنی ہے۔ایک یا ایک سے زیادہ واجب بھول جائے تو سجدہ سہو ایک بار کرنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے، سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدہ میں التحیات کو عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے اور سجدوں کے بعد التحیات سے شروع کر کے یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب تک پڑھ کر دائیں و بائیں طرف سلام پھیرے۔ سنت موکدہ کا ترک عادۃً گناہ ہے، مستحب پر عمل کرنا ثواب ہے۔

سوال: عورت اور مرد کی نماز میں کیا فرق ہے؟

جواب: مرد کی نماز کا طریقہ گزر چکا ہے اب عورت کی نماز کا طریقہ ملاحظہ ہو۔

عورت، تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ دوپٹے کے اندر، کاندھوں تک اٹھائے اور دائیں ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر سینہ پر رکھے، رکوع میں اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں سجدہ میں بغلیں، پیٹ، رانیں اور پنڈلیاں سمیٹ لے اور بانہیں زمین پر بچھا دے، قعدہ میں دونوں پاؤں باہر نکال کر رانوں پر بیٹھے۔ مرد اور عورت کی نماز میں یہ فرق نمایاں ہیں۔

اہلحدیث کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں اگر یہ بات سچی ہے تو کیا ان کی عورتیں سر سے کپڑا اتار کر نماز پڑھتی ہیں اور چڈھے پھاڑ کر قیام کرتی ہیں؟

فائدہ: قیام میں نظر سجدہ کی جگہ پر رہے، رکوع میں پاؤں کی پشت پر رہے قعدہ و جلسہ میں نظر جھولی میں رہے۔نماز میں ادھر ادھر دیکھنا مکروہ ہے اور خلاف اولیٰ بھی۔

سوال: مقتدی کوامام کے پیچھے الحمد شریف یا کوئی سورۃ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مقتدی کو قرآن پڑھنا بالکل منع ہے اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ (الاعراف) ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم رحم کیے جاؤ۔ (البیان)

شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ نے ارقام فرمایا ہے کہ مذہب حنفیہ دربارہ قراءت مقتدی عدم اباحت وکراہت تحریمیہ ہے۔ ایک جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قراءت مقتدی کو مفسد نماز کہتی ہے۔ ہمارے علماء مجتہدین بالاتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ وتابعین کا ہے، صاحب ہدایہ نے دعویٰ اجماع صحابہ کا کیا ہے، احادیث وآثار اس بات میں وارد بے حد وشمار۔ بخوف طوالت بعض پر اقتصار۔

حدیث نمبر 1: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا۔ اور جب امام قراءت شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔

(مسلم شریف ج 1، ص 174 مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

حدیث نمبر 2: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے حکم دیا۔ وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا۔ اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ (مسلم شریف ج 1، ص 174) امام مسلم قشیری متوفی 261ھ فرماتے ہیں۔ هُوَعِنْدِیْ صَحِیْحٌ۔ یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ قرآن نہ پڑھنے والا مقتدی صحیح حدیث پر عمل کرتا ہے۔

حدیث نمبر 3: حضرت زید بن ثابت صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے ساتھ قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ لَاقِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْئٍ۔ امام کے ساتھ کسی رکعت میں قراءت نہیں ہے۔ (مسلم ج 1، ص 215)

حدیث نمبر 4: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا۔ جب امام قراءت شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ (ابن ماجہ ص 61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر 5: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور جب وہ قراءت شروع کرے تو تم چپ ہو جاؤ وَاِذَا قَرَاءَ فَاَنْصِتُوْا۔ (ابوداؤد ص 89) امام ابوداؤد نے اس حدیث پر جو تنقید کی ہے وہ دوسری حدیثوں کی وجہ سے لائق التفات نہیں تفصیل کے لیے ابوداؤد کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔ اور غیر مقلدوں کے چکر میں نہ آئیں۔

حدیث نمبر 6: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو وَاِذَا قَرَاءَ فَاَنْصِتُوْا۔ اور جب وہ قراءت شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔

(نسائی ج 1، ص 146)

حدیث نمبر 7: امام نسائی متوفی 303 ھ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا وَاِذَا قَرَاءَ فَاَنْصِتُوْا۔ جب امام قراءت کرے تو تم چپ ہو جاؤ۔ (نسائی ج 1، ص 146)

حدیث نمبر 8: حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جس نے الحمدللہ کے بغیر نماز پڑھی اس کی نماز نہیں ہے، اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ۔ مگر جب وہ امام کے پیچھے ہو تو الحمد نہ پڑھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی، ج 1، ص 71 مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

حدیث نمبر 9: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث امام مالک نے اپنے موطا میں روایت کی ہے۔ (مؤطا علی ابن ماجہ ص 21)

حدیث نمبر 10: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔ جس کا امام ہو تو امام کی قراۃ مقتدی کی قراءت ہے۔ (ابن ماجہ ص 61) اس حدیث کو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ متوفی 150 ھ نے مسند امام اعظم عربی ص 61 پر اور امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189 نے کتاب الاثار کے

صفحہ 23 پر نقل کیا ہے۔ اس حدیث کو ہر صدی کے اماموں نے قبول کیا ہے۔

حدیث نمبر 11: سیدنا امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ متوفی 150ء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مقلدیہ باحسان) روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس سید المرسلین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے (مسند امام اعظم ص 146) اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت الامام الشاہ احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں وَرَوَاہُ مُحَمَّدٌ ھٰکَذَا مَرْفُوْعًا مِنْ طَرِیْقٍ آخَر حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ امام کا پڑھنا اس کے لیے کفایت کرتا ہے۔ ھٰکَذَا رَوٰی عَنْہُ مُحَمَّدٌ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مُخْتَصَرًا (فتاویٰ رضویہ ج 6، ص 241، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حدیث نمبر 12: وَرَوَاہُ الْاِمَامُ تَارَۃً اُخْرٰی مُسْتَوْعِبًا...... خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، ایک شخص نے حضور کے پیچھے قراءت کی، سید اکرم ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا...... یہاں تک کہ تین بار یہی استفسار فرمایا آخر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے، ارشاد ہوا جو امام کے پیچھے ہو اس کے لیے امام کا پڑھنا کافی ہے۔

(مسند امام اعظم ص 146 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حدیث نمبر 13: امام ابوحنیفہ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لَمْ یَقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ لَا فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ وَلَا فِیْ غَیْرِھِمَا یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے قراءت نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے غیر میں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود افاضل صحابہ و مؤمنین سابقین سے ہیں حضر و سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور بارگاہ نبوت میں بغیر اجازت ان کو جانا جائز تھا۔ بعض صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ان کی راہ و روش سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے بہت زیادہ مشابہ تھی۔ حدیث میں ہے خود حضور اکرم

سید الاولین والاخرین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی امت کے لیے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے اور اپنی امت کے لیے ناپسند کیا جو اس کے لیے ابن مسعود ناپسند کرے اور ابن مسعود جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی طریقہ تھا۔ (فتاوی رضویہ ج 6 ص 242، رضا فاونڈیشن) لہٰذا ہمیں بھی امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھنا چاہیے۔

حدیث نمبر 14: امام محمد بن حسن متوفی 189ھ نے موطا (ص 100، قدیمی کتب خانہ کراچی) میں سفیان ثوری سے وہ منصور بن معتمر (متوفی 132ھ) سے اور حدیث کے الفاظ سفیان بن عیینہ کے ہیں وہ منصور بن معتمر سے وہ ابووائل سے وہ فرماتے ہیں کہ سُئِلَ عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ اَنْصِتْ فَاِنَّ فِی الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا سَیَكْفِیْكَ ذٰلِكَ الْاِمَامُ۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دربارہ قرأۃ مقتدی سوال ہوا، فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے۔ یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس کی کفایت کر دے گا۔ جب امام کی قرأت بعینہ مقتدی کی ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو، وناشائستہ ہے۔ شیخ المسلمین مولانا شاہ احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث اعلیٰ درجہ، درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ ائمہ کبار ورجال صحاح ستہ ہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج 6، ص 243، رضا فاونڈیشن لاہور)

حدیث نمبر 15: علقمہ بن قیس کہ کبار تابعین واعاظم مجتہدین اور افقہ تلامذہ سیدنا ابن مسعود ہیں امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے، چاہے جہر کی قرأۃ ہو چاہے آہستہ کی (کتاب الاثار ص، 23) اور فرماتے البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ امام کے پیچھے قرأۃ کروں۔ (فتاوی رضویہ ج 6، ص 244، رضا فاونڈیشن) یعنی امام کے پیچھے قرآن پڑھنے والا اپنے منہ میں چنگاری رکھنے سے زیادہ تکلیف دینے والا ہے۔

حدیث نمبر 16: ابراہیم بن سوید نخعی نے کہ روسائے تابعین وآئمہ دین میں سے ہیں

تحدیث وفقاہت ان کی آفتاب نیمروز ہے فرمایا پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا۔ حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے نکالی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج 6، ص 244، رضا فاؤنڈیشن) لہٰذا امام کے پیچھے پڑھنا بدعتیوں کا کام ہے۔

حدیث نمبر 17: سیدنا عبد اللہ بن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب درباره قرأت مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے، نافع کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود امام کے پیچھے قرأۃ نہ کرتے، شیخ المحدثین مولانا شاہ امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتیٰ کہ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ کو بہت محدثین نے صحیح ترین اسانید کہا ہے۔ (حوالہ بالا) سُبْحَانَ اللّٰه۔

حدیث نمبر 18: مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عنه عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ كَفَتْهُ قِرَأَتُهٗ۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے۔ (مؤطا امام محمد، ص 97) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ سند بھی مثل سند سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں بلکہ بعض علماء حدیث نے روایات نَافِعٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ کو امام مالک پر ترجیح دی ہے۔

(فتاوی رضویہ ج 6، ص 245، مطبوعہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حدیث نمبر 19: مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عبد الرحمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمَسْعُوْدِيّ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله تعالیٰ عنهما اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْقِرَاَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ تَكْفِيْكَ قِرَأَةُ الْاِمَامِ۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرأۃ کے بارے میں استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا کافی ہے۔ (مؤطا امام محمد، ص 97، فتاوی رضویہ ج 6، ص 245)

حدیث نمبر 20: امام ابو جعفر بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (معانی الآثار ج 1، ص 151) میں

بطریق ابن وہب باسناد سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأۃ نہ کرے یعنی جہریہ ہو یا سریہ۔ (فتاوی رضویہ جلد 6، ص 245)

حدیث نمبر 21: مُحَمَّدٌ اَخبرَنا دَاوُد بنُ قَيسٍ ثَنا عمرُ بنُ مُحَمَّدُ بنُ زَيدٍ عَنْ مُوسى بنِ سَعْدِ بنِ زَيدِ بنِ ثَابِتِ الاَنصَارِيِ يُحدِّثُهُ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلفَ الاِمَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ۔ یعنی حضرت زید فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے (قرآن) پڑھے اس کی نماز جاتی رہی۔ (موطا امام محمد ص 102)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور دار قطنی نے بطریق طاؤس اسے مرفوعاً روایت کیا ہے (فتاوی رضویہ ج 6، ص 245) پھر ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر۔

حدیث نمبر 22: اَلحَافِظُ بنُ عَلِيِّ بنِ عُمَرَ الدَّارقُطنِيّ عَنْ اَبِیْ حَاتِم بنِ حبَّانِ ثَنِیْ اِبرَاهِيمُ بنُ سعدٍ عن احمدَ بن علیِّ بنِ سُلَيمَانَ الدَّوْرِيّ عَنْ عَبدُ الرحمن المَخزُومِيّ عَنْ سُفيَانِ بنِ عُيَينَةَ عَنْ اِبنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ زَيدِ بنِ ثَابِتٍ عَنْ رَسُولِ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلفَ الاِمَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں امام کے پیچھے (قرآن) پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

(موطا امام محمد ص 102، فتاویٰ رضویہ ج 6، ص 246)

حدیث نمبر 23: محمدٌ اَيضًا اَخبرَنَا داؤدُ بنُ قَيسٍ الفَرَّاءُ المَدَنِیْ اَخبرَنَا بَعضُ وَلَدِ سَعْدِ بنِ اَبِیْ وَقَاصٍ اَنَّهٗ ذَكَرَلَهٗ اَنَّ سَعْدًا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ وَدِدتُ اَنَّ الَّذِیْ يَقْرَأُ خَلفَ الاِمَامِ فِیْ فِيهِ جَمْرَةٌ۔ یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ افاضل صحابہ عشرہ مبشرہ مقربان بارگاہ سے ہیں منقول ہے انہوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کے منہ میں انگارہ ہو۔

(موطا امام محمد ص 101، فتاوی رضویہ ج 6، ص 246 رضا فاؤنڈیشن)

حدیث نمبر 24: مُحَمَّدٌ اَیضًا اَخبَرَنَا دَاوُدُ بنِ قَیسِ الفَرَّاءِ ثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَجلَانَ اَنَّ عُمَرَبنَ الخَطَّابِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ لَیتَ فِی فَمِ الَّذِی یَقرَأُ خَلفَ الاِمَامِ حَجَرٌ۔ یعنی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (مؤطا امام محمد ص 102)

اعلیٰ حضرت حامی سنت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رجال اس حدیث کے بر شرط صحیح مسلم ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج 6، ص 246)

حدیث نمبر 25: حَدَّثَنَا ابنُ اَبِی دَاودَ قَالَ حَدَّثَنَا الحُسَینُ بنُ عَبدِ الاَوَّلِ الاَحوَلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو خَالِدٌ سُلَیمَانُ بنُ حَیَّانَ قَالَ ثَنَا ابنُ عَجلَانَ عَن زَیدِ بنِ اَسلَمَ عَن اَبِی صَالِحٍ عَن اَبِی هُرَیرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا جُعِلَ الاِمَامُ لِیُؤتَمَّ بِهِ فَاِذَا قَرَاَ فَاَنصِتُوا (طحاوی ج 1، ص 149)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب امام قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

حدیث نمبر 26: حَدَّثَنَا اَبُوبَكرَةَ قَالَ ثَنَا اَبُو اَحمَدَ مُحَمَّدٌ بنُ عَبدِ اللهِ بنِ زُبَیرٍ قَالَ ثَنَا یُونُسُ بنُ اَبِی اِسحَاقَ عَن اَبِی اِسحَاقَ عَن اَبِی الاَحوَصِ عَن عَبدِ اللهِ قَالَ كَانُوا یَقرَؤُنَ خَلفَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ خَلَطتُم عَلَیَّ القِرَاَةَ

(طحاوی شریف ج 1، ص 149، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ نے کہا لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا: مجھ پر تم خلط ملط کرتے ہو قرآن پڑھ کر یعنی امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھا کرو۔

حدیث نمبر 27: حَدَّثَنَا اَحمَدُ بنُ عَبدُ الرَّحمٰنِ قَالَ ثَنَا عَمِّی عَبدُ اللهِ بنِ وَهَبٍ قَالَ اَخبَرَنِی اللَّیثُ عَن یَعقُوبَ عَنِ النُّعمَانِ عَن مُوسٰی بنِ اَبِی عَائِشَةَ عَن عَبدِ اللهِ بنِ شَدَّادٍ عَن جَابِرِبنِ عَبدِ اللهِ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَن كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَاَةُ الاِمَامِ لَهُ قِرَاَةٌ (طحاوی شریف ج 1، ص 149)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بے شک جس کا کوئی امام ہو (یعنی وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأۃ اس کی قرأۃ ہے۔

حدیث نمبر 28: حَدَّثَنَا اَبُوبَکْرَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو اَحْمَدَ قَالَ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُ عَنْ مُوْسٰی بِنْ اَبِیْ عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحْوَہٗ وَلَمْ یَذْکُرْ جَابِرًا وَاِذَا اَبُوبَکْرَۃَ حَدَّثَنَا قَالَ ثَنَا اَبُو اَحْمَدُ قَالَ ثَنَا اِسْرَائِیْلُ عَنْ مُوْسٰی بِنْ اَبِیْ عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَۃِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ نَحْوَہٗ۔ یعنی ان راویوں نے اس حدیث کو بیان کیا ہے جو پہلے گزری ہے۔

حدیث نمبر 29: حَدَّثَنَا اَبُو اُمَیَّۃَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ ابْنُ مَنْصُوْرِ "السَّلُوْلِیُّ قَالَ ثَنَا الْحُسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ وَلَیْثٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِثْلَہٗ۔ ان راویوں نے بھی حدیث جابر کو روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر 30: حَدَّثَنَا اِبْنُ اَبِیْ دَاؤُدَ وَ فَهْدٌ قَالَا ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ یُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بِنْ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ یَعْنِی الْجُعْفِیُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِثْلَہٗ۔ ان روایوں نے بھی روایت بالا کو نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر 31: حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ ثَنَا اَحْمَدُ قَالَ ثَنَا اِبْنُ حَبِیْ عَنْ جَابِرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ مِثْلَہٗ (طحاوی ج 1، ص 149)

حدیث نمبر 32: حَدَّثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ ثَنَا یَحْیٰ اِبْنُ سَلَامٍ قَالَ ثَنَا مَالِكٌ عَنْ وَهَبِ بِنْ کَیْسَانٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً فَلَمْ یَقْرَأْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ (طحاوی شریف ج 1، ص 149)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے الحمد کے بغیر کوئی رکعت ادا کی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے، یعنی امام کے پیچھے الحمد بھی نہیں پڑھنی۔

حدیث نمبر 33: حَدَّثَنَا یُوْنُسُ قَالَ نَا وَهَبُ اِنَّ مَالِكًا حَدَّثَہٗ عَنْ وَهَبِ بْنِ کَیْسَانٍ عَنْ جَابِرٍ مِّثْلَہٗ وَلَمْ یَذْکُرِ النَّبِیَّ ﷺ (طحاوی ج 1، ص 149-150) قَالَ الْمُحَشِّیْ

عَنْ جَابِرٍ مِّثْلَهٗ اَخْرَجَهٗ فِی الْمُؤطَا وَالتِّرْمِذِیِّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ، صَحِیْحٌ

(طحاوی شریف ج 1، ص 150، حاشیہ نمبر 1)

حدیث نمبر 34: حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ ثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی وَ مَرَّ عَلٰی دَارِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ صَاحِبُ هٰذَا الدَّارِ وَ کَانَ قَدْ قَرَأَ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ مَنْ قَرَاءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَیْسَ عَلَی الْفِطْرَةِ

(طحاوی شریف، ج 1، ص 150، تفسیر روح البیان ج 3، ص 303)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے وہ دین فطرت پر نہیں ہے۔

حدیث نمبر 35: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمَرْزُوْقِ قَالَ ثَنَا الْخَصِیْبُ قَالَ ثَنَا وُهَیْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَنْصِتْ لِلْقِرَاٰةِ فَاِنَّ فِی الصَّلَاةِ شُغْلًا وَ سَیَکْفِیْكَ ذٰلِكَ الْاِمَامُ (طحاوی ج 1، ص 150)

ترجمہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مقتدی کے لیے) فرمایا خاموش رہ پس بے شک نماز میں مصروفیت ہے (جہاں قرآن پڑھنا ہے وہاں) عنقریب تجھے امام اس کی کفایت کرے گا۔

حدیث نمبر 36: حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ ثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ وَ اَبُوْ جَابِرٍ اَنَا اَشُكُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ مِثْلَهٗ۔

حدیث نمبر 37: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ ثَنَا یُوْسُفُ بْنُ عَدِیٍّ قَالَ ثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ نَحْوَهٗ (طحاوی شریف ج 1، ص 150)

حدیث نمبر 38: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ ثَنَا خَدِیْجُ بْنُ مُعَاوِیَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقٍ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَیْتَ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ تُرَابًا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔ (طحاوی ج 1، ص 150)

حدیث نمبر 39: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ ثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ نَحْوَهُ (طحاوی، ج 1، ص 150)

حدیث نمبر 40: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُقْسِمٍ اَنَّهُ سَئَلَ عَبْدَ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَ جَابِرَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ فَقَالُوْا، لَا تَقْرَءُوْا خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوتِ

(طحاوی شریف ج 1، ص 151)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جواباً فرمایا ساری نمازوں میں امام کے پیچھے قرآن مت پڑھو۔

حدیث نمبر 41: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَخْرَمَةُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُقْسِمٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ مِثْلَ ذٰلِكَ (طحاوی ج 1، ص 151) ان راویوں نے بھی پہلی حدیث کو روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر 42: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ اللهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ سَمِعَهُ يَقُوْلُ لَا تَقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ (طحاوی شریف ج 1، ص 151)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت انصاری فرماتے ہیں نماز میں امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھو۔

حدیث نمبر 43: حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ ثَنَا عَلِیُّ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ ثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ يَزِيْدِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدٍ مِثْلَهُ (طحاوی شریف، ج 1، ص 151)

ان راویوں نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر 44: حَدَّثَنَا اِبْنُ اَبِیْ دَاوٗدُ قَالَ ثَنَا اَبُو صَالِحِ الْحَرَّانِیْ قَالَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ قَالَ قُلْتُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍ اَقْرَءُ وَالْاِمَامُ بَيْنَ يَدَیَّ فَقَالَ لَا

ترجمہ: ابوحمزہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا امام کے پیچھے قرآن پڑھوں؟ فرمایا نہیں۔ (طحاوی شریف ج 1، ص 151)

حدیث نمبر 45: حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ ثَنَا اِبْنُ وَهَبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدُاللهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ اِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ اَحَدٌ خَلْفَ الْاِمَامِ يَقُوْلُ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَآةُ الْاِمَامِ وَكَانَ عَبْدُاللهِ بْنِ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ

(طحاوی ج 1، ص 151)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب سوال ہوتا کہ کیا امام کے پیچھے قرآن پڑھنا ہے تو آپ فرماتے جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو امام کی قرأۃ کافی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر 46: حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ قَالَ ثَنَا وَهَبُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدُاللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ يَكْفِيكَ قِرَآةُ الْاِمَامِ فَهٰؤُلَاءِ جَمَاعَةٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰى تَرْكِ الْقِرَآةِ خَلْفَ الْاِمَامِ وَقَدْ وَافَقَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ مَا قَدْ رُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِمَّا قَدَّمْنَا ذِكْرَهُ وَشَهِدَ لَهُمُ النَّظْرُ بِمَا قَدْ ذَكَرْنَا فَذٰلِكَ اَوْلٰى مِمَّا خَلَفَهُ

(طحاوی شریف ج 1، ص 151)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کافی ہے تجھے امام کی قرأۃ پس اس تمام جماعت اصحاب رسول اللہ ﷺ کا اجماع ہے ترک قرأۃ خلف الامام پر اور تحقیق موافقت کی ہے۔ صحابہ کرام نے اس پر جو تحقیق روایت کی گئی ہے رسول اللہ ﷺ سے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور انہوں نے اس عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کو ہم نے تحقیق سے ذکر کیا ہے زیادہ بہتر ہے اس کی مخالفت سے یعنی ان ثابت شدہ دلائل کی روشنی میں۔ امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھنا بہت بہتر ہے قرآن پڑھنے سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مقتدی کو امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرما دیا ہے۔

امام کے پیچھے قرآن مجید نہ پڑھنے کی چھیالیس حدیثیں۔(۱) حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری (۲) حضرت سیدنا ابو ہریرہ (۳) حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ نصاریٰ (۴) حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود (۵) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر (۶) حضرت سیدنا زید بن ثابت انصاری (۷) حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص (۸) حضرت سیدنا عمر فاروق (۹) حضرت سیدنا مولی علی مرتضیٰ (۱۰) حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس (۱۱) حضرت سیدنا عبداللہ بن شداد (۱۲) اور حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہیں۔

ان احادیث طیبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رؤف ورحیم والے محبوب کریم ﷺ نے اپنی امت کو حکم دیا کہ امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھو، جب امام قرآن پڑھے تم خاموش رہو، فرمایا امام کی قرأۃ خود مقتدی کی قرأۃ ہے، جو کوئی امام کے پیچھے قرآن پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی شان کی مخالفت کردی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو خود خاموش رہ کر قرآن کو سنو یعنی تمہارے لیے یہی سننا اور چپ رہنا کافی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کے اس فرمان پر بڑی سختی سے عمل فرمایا امام کے پیچھے قرآن پڑھنے والوں کو روکا۔ قرآن کی آیت کا مطلب بتایا، آپ ﷺ کے طریقہ حسنہ سے آگاہ فرمایا، نجوم ہدایت صحابہ کرام جو ہر وقت بارگاہ رسالت میں حاضر رہ کر فیضان نبوت سے مستفیض ہوتے رہے انہوں نے فرمایا کہ منہ میں پتھر رکھ لو، منہ میں انگارہ رکھ لو، مگر امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھو، کیوں کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا پیارے محبوب کریم ﷺ کی شریعت کے خلاف ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہے۔ فطرت یعنی دین اسلام کے خلاف ہے، بیچارے غیر مقلدوں کو اللہ تعالیٰ اپنی مخالفت اور حضور کریم ﷺ کی مخالفت اور دین اسلام کی مخالفت اور صحابہ کرام کی مخالفت سے بچائے۔ آمین،

تابعین کے سردار حضرت امام ابراہیم نخعی، حضرت امام علقمہ اور امام الائمہ سراج الامۃ کاشف الغمۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے قرآن کی آیت

مقدسہ اور فرمان رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی اور مسلمانوں کو امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرماتے رہے۔ یہ ہے صراط مستقیم وراہ ہدایت جس پر عمل کر کے بارگاہ اللہ جل جلالہ اور بارگاہ محبوب خدا ﷺ میں قرب حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ ہے صَلُّوا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ کی مکمل اصلی و عملی تصویر جو آپ کے سامنے موجود ہے۔

مندرجہ بالا حدیثوں کے بعد اب تفسیروں کی سیر کر لیں تمام مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ قرآن سننا ضروری اور اسے خلط ملط کرنا گناہ ہے۔

سورہ اعراف کی آیت 204 جو اوپر درج ہوئی ہے اس کے تحت مفسر قرآن صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے۔ خواہ نماز میں یا خارج نماز اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس طرف ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے باب میں ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس میں خطبہ سننے کے لیے گوش بر آواز ہونے اور خاموش رہنے کا حکم ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے نمازوں و خطبہ دونوں میں بغور سننا اور خاموش رہنا واجب ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے آپ نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ نماز میں امام کے ساتھ قراءت کرتے ہیں تو نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت کے معنی سمجھو۔ (تفسیر خازن ج 2 ص 172 علامہ ابن کثیر کی تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 286 میں بھی اسی طرح ہے) غرض اس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس کو اس (آیت) کے مقابل حجت قرار دیا جا سکے۔ قراءت خلف الامام کی تائید میں سب سے زیادہ اعتماد جس حدیث پر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔ مگر اس حدیث سے قرأت خلف الامام کا وجود تو ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز کامل نہیں ہوتی جب حدیث قِرَاَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاَۃٌ سے ثابت ہے کہ امام کا قراءت کرنا ہی مقتدی کا قراءت کرنا ہے تو جب امام نے قراءت کی اور مقتدی ساکت رہا تو اس

کی قرأت نہ کرنے سے قرآن وحدیث دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اور قراءت کرنے سے آیت کا اتباع ترک ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ کچھ نہ پڑھے۔

(خزائن العرفان علی کنز الایمان تحت آیت)

امام محی السنۃ ناصر الشریعہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم متوفی 741ھ نے یہ روایت نقل فرمائی ہے۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ نَاسًا یَقْرَءُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا اٰنَ لَكُمْ اَنْ تَفْقَهُوْا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ۔ ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض لوگوں کو امام کے ساتھ قرآن پڑھتے سنا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا ابھی تک یہ وقت نہ آیا کہ تم اس آیت کو سمجھو۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ

(تفسیر خازن ج 2، ص 172 مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

صاحب القاموس، الامام العلامۃ ابو طاہر محمد بن یعقوب الشافعی متوفی 817ھ تفسیر ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ (فِی الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ) فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ اِلٰی قِرَاٰتِهٖ وَاَنْصِتُوْا لِقِرَاٰتِهٖ (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ص 113 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان) ترجمہ: جب فرض نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اس کی قراءت کو کان لگا کر سنو اور قرآن پڑھے جاتے وقت خاموش رہو۔ یہ ہے حضرت ابن عباس صحابی کی تفسیر جس سے بھاگتا ہے بے پیر۔

الامام الجلیل ابوالبرکات علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود متوفی 701ھ نے ارقام فرمایا ہے۔

(۱) وُجُوْبُ الْاِسْتِمَاعِ وَالْاِنْصَاتِ وَقْتَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا

(تفسیر مدارک عل الخازن ج 2، ص 173)

ترجمہ: واجب ہے سننا اور چپ رہنا وقت قرآن پڑھے جانے کے نماز میں اور اس کے علاوہ۔

(۲) وَجُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ عَلٰی اَنَّهٗ فِی اِسْتِمَاعِ الْمُؤْتَمِّ

(مدارک علی الخازن، ج 2، ص 173)

یعنی جمہور صحابہ کرام کا مسلک یہی ہے کہ جب امام نماز میں قرآن پڑھے تو مقتدی خاموش ہو کر اس کا قرآن سنے۔ درس نبوت میں پڑھنے والوں کا مذہب یقیناً سچا ہے۔

زبدۃ الاسلاف امام الاحناف مفسر قرآن حجۃ الاسلام علامہ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص رازی متوفی 370ھ نے وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا کے تحت مقتدی کو قرآن نہ پڑھنے کی احادیث پیش فرما کر لکھا کہ بارگاہ رسالت کے حاضر باش صحابہ کرام سے جنہوں نے مقتدی کو قرآن پڑھنے سے روکا ہے۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ فَمَنْ نَهٰى عَنِ الْقِرَآءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ، عَلِیٌّ وَ ابْنُ مَسْعُوْد، وَ سَعْدٌ وَ جَابِرٌ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَ اَبُو سَعِیْدٍ وَ ابْنُ عُمَرَ وَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ آثار بیان فرما کر، امام کے پیچھے قرآن پڑھنے والوں کی باتوں کی قلعی کھول کر ان کے اعتراضات کے تار پو بکھیر دیئے ہیں۔ دیکھیے تفسیر (احکام القرآن ج 3، ص 39 تا 44)

غیر مقلدوں کے پیشوا، ابن تیمیہ کے شاگرد اور غیر مقلدوں کے معتمد مفسر شہیر علامہ ابن کثیر متوفی 774ھ نے اس آیت کے بارے میں حق وصداقت کی واضح تائید کی ہے۔ چنانچہ ان کی تفسیر میں ہے۔

اس آیت سے تاکیداً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز میں جب امام قراءۃ کرے تو مقتدی خاموش رہیں جس طرح روایت کیا ہے امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَ اِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا۔ امام تو اس لیے ہی بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تم خاموش رہو، اور اسی طرح روایت کیا ہے اہل سنن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اور اس روایت کو بھی امام مسلم قشیری نے صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی لوگوں سے سنا کہ وہ امام کے پیچھے قرآن پڑھتے ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ

ہوئے تو فرمایا کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم سمجھو؟ اور عقل سے کام لو؟ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرو، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ یعنی امام کے پیچھے قرآن پڑھنا اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ ابو السائب نے حفص سے انہوں نے اشعث سے انہوں نے زہری سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ایک انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھ رہے تھے اور وہ بھی پڑھنے لگا (یعنی اللہ تعالیٰ نے مقتدی کو پڑھنا منع فرما دیا) امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ قراۃ فرما رہے تھے فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایک ابھی میری اقتدا میں قرآن پڑھ رہا تھا۔ ایک آدمی نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہ ﷺ، فرمایا بے شک میں کہتا ہوں کہ میرے ساتھ قرآن خلط ملط ہو رہا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد لوگوں نے نماز میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنا بند کر دیا۔ (فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا پر عمل جاری ہو گیا) رسول اللہ ﷺ قرآن پاک باآواز بلند پڑھتے لوگ سنتے اور خاموش رہتے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے ابو حاتم رازی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ عبد اللہ بن مبارک نے یونس سے وہ زہری سے، فرمایا جہری نماز میں مقتدی امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھے، امام کا پڑھنا اس کو کافی ہے اگرچہ وہ اس کی آواز کو سن نہ سکے۔ امام کے پیچھے (قرآن) پڑھنے کی صلاحیت کسی کے لیے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف)

حافظ ابن کثیر نے کہا علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جہری نماز میں مقتدی پر فاتحہ وغیرہ کچھ پڑھنا واجب نہیں ہے اور یہ شافعیوں کا قول قدیم ہے امام مالک کے مذہب کی طرح اور امام احمد بن حنبل کی روایت بھی ادلہ متقدمہ سے ہے اور نئے شافعیوں نے سکتات امام میں صرف فاتحہ پڑھنے کا قول کیا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، مقتدی پر سری و جہری نماز میں قراۃ بالکل واجب نہیں ہے

کیونکہ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاۃٌ یعنی جس کا امام ہے تو امام کی قرآۃ مقتدی کی قرآۃ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ موطا امام مالک میں موقوفاً موجود ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج 2، ص 286 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کے بعد علامہ ابن کثیر نے اس آیت کے حکم کے بارے جو اقوال جمع کیے وہ یہ ہیں۔

(۱) علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس آیت کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ یہ فرض نماز کے بارے میں ہے (۲) اسی طرح عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے (۳) ابن جریر حمید بن مسعدہ سے وہ بشر بن مغفل سے وہ جریری سے وہ طلحہ بن عبیداللہ بن کریز سے عبداللہ نے کہا میں نے عبید بن عمیر اور عطا بن رباح کو باتیں کرتے دیکھا اور قرآن پڑھنے والا قرآن پڑھ رہا تھا۔ میں نے ان کو کہا تم قرآن نہیں سنتے وہ دونوں مجھے دیکھ کر باتوں میں مصروف ہو جاتے تیسری بار انہوں نے فرمایا اِنَّمَا ذٰلِكَ فِی الصَّلٰوۃِ یہ حکم صرف نماز میں ہے۔ (۴) اور اسی طرح فرمایا ہے سفیان ثوری نے ابی ہاشم اسماعیل بن کثیر سے وہ مجاہد سے کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ کا حکم نماز میں ہے (۵) اور اسی طرح روایت کی ہے بہت سارے مفسرین نے مجاہد سے (۶) اور روایت کیا ہے عبدالرزاق نے ثوری سے وہ لیث سے وہ مجاہد سے فرمایا نماز کے بغیر تلاوت میں ہم کلامی منع نہیں ہے (۷) اور اسی طرح فرمایا سعید بن جبیر (۸) ضحاک (۹) ابراہیم نخعی (۱۰) قتادہ (۱۱) شعبی (۱۲) سدی (۱۳) عبدالرحمان بن زید بن اسلم نے کہ اِنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِكَ فِی الصَّلٰوۃِ۔ یعنی اس آیت سے نماز میں خاموش رہنا اور قرآن سننا ہی مراد ہے۔ (۱۴) شعبہ نے منصور سے اس نے ابراہیم ابن ابی حمزہ سے اس نے مجاہد سے سنا کہ یہ آیت نماز اور جمعہ کے خطبہ کے بارے میں ہے (۱۵) اور اسی طرح روایت ہے ابن جریج عطا سے اور ہشیم نے ربیع بن صبیح سے وہ حسن سے فرمایا کہ (یہ آیت) نماز اور ذکر کے بارے میں ہے۔ بلاشبہ مراد یہ ہے کہ نماز اور خطبہ میں خاموش رہ کر قرآن سننا ہے جس طرح احادیث میں آیا ہے کہ امام کے

پیچھے اور خطبہ سنتے وقت خاموش رہنا چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر ج 2، ص 287)

امام کے پیچھے قرآن پڑھنے پر مناظرہ

کچھ لوگ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے کہ آپ سے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے پر مناظرہ کریں۔ آپ نے فرمایا تم سب سے بیک وقت مناظرہ کرنا ممکن نہیں۔ تم اپنے بڑے عالم کو اپنا مناظر منتخب کرلو تاکہ میں اس کے ساتھ مناظرہ کروں۔ انہوں نے اپنے بڑے عالم کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا بڑا عالم ہے انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اس سے مناظرہ تم سب سے مناظرہ ہوگا۔ کہا ہاں۔ اس پر الزام تم سب پر الزام ہوگا کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں اس پر حجۃ قائم کردوں اور اسے شکست دے دوں تو وہ سب کی شکست ہوگی۔ کہا ہاں۔ کہنے لگے ہم اس کے امام ہونے پر راضی ہیں اس کا بولنا ہمارا بولنا ہوگا۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا، جس طرح تم نے مناظرہ کے لیے اپنا امام چن کر اس کے بولنے کو اپنا بولنا تسلیم کرلیا ہے، اس طرح ہم بھی نماز میں امام چن لیتے ہیں اس کی قراءت ہماری قراءت ہوتی ہے وہ ہماری نیابت کرتا ہے۔ فَاَقَرَّ وَالَهٗ بِالْاِلْزَامِ۔ پس آپ نے اس الزام سے ان کو شکست دے دی

(تفسیر روح البیان ج 3، ص 303، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

سوال: ض کو ظاء کے مشابہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: امام اہل سنت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ض، ظ، ذ، ز، معجمات سب حروف متبائنہ (ایک دوسرے سے جدا) متغائرہ (ایک دوسرے کے غیر) ہیں۔ ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرون نماز۔ حرام قطعی وگناہ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ پر افترا ہے اور کتاب کریم کی تحریف ہے...... امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہ وعلامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالیٰ (واضح) تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً "ض" کی جگہ "ظ" پڑھے کافر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 6، ص 283 تا 301، ص 305 تا ص 322، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ نعم الزاد اور الجام الصاد عن سنن الضاد میں حوالوں کا انبار لگا دیا ہے۔ جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین ارقام فرماتے ہیں۔

ضاد اور ظاء میں مباینت ذاتی ہے بعض صفات کا اشتراک انہیں متحد نہیں کر سکتا۔ لہٰذا غیر المغضوب بظاء پڑھنا اگر قصداً ہو تو تحریف قرآن و کفر ہے ورنہ ناجائز اور جو شخص ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اس کی امامت جائز نہیں (محیط برہانی) (خزائن العرفان ص 3)

مغظوب اور ظالین پڑھنے والوں کے امام اعظم مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ملاحظہ کریں۔ قصداً خالص دال یا ظا پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ ہو گی۔ (فتاوی رشیدیہ ص 58، مطبوعہ ایچ ایم سعید) جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گناہ گار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہو گی اور اگر باوجود کوشش وسعی ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور جو شخص خود صحیح پڑھنے کا قادر ہے ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر جو شخص قصداً خالص دال یا ظاء پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ ہو گی۔

(فتاوی رشیدیہ ص 57-58 مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

گنگوہی صاحب نے لکھا ہے ذ، ظ، ض کے حرف جداگانہ اور مخارج جداگانہ ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو دوسرے کے مخارج سے ادا کرنا سخت بے ادبی اور بسا اوقات فساد نماز کی باعث بنتی ہے...... جو شخص دال خالص یا ظاء خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے تو نماز نہ پڑھیں مگر جو شخص دال پر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص 37) ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے گنگوہی صاحب نے لکھا ہے اصل حرف ضاد ہے اس کو اصلی مخرج سے ادا کرنا واجب ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو بحالت معذوری دال پر کی صورت سے بھی نماز ہو جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ الجواب صحیح، بندہ عزیز الرحمان عفی عنہ، الجواب صحیح، بندہ محمود عفی

عنہ، الجواب صحیح غلام رسول مدرس مدرسہ دیوبند۔ الجواب صحیح خلیل احمد مدرس اول مظاہر علوم سہارنپور، عنایت الٰہی عفی عنہ الجواب صحیح، احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ دیوبند، الجواب صحیح اشراف علی عفی عنہ۔ فتاوی رشیدیہ ص 37)

ض......نہ مشابہ دال ہے نہ (ظ) اس کو ایسا پڑھے کہ سب سے الگ رہے۔

(تذکرہ الرشید ج2،ص 175-176)

مدرسہ دیوبند کے مفتی اول مولوی عزیز الرحمان عثمانی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ لفظ ض معجمہ کو اس کے اصلی مخرج سے پڑھنا چاہیے۔ ذوز وظ۔ نہ پڑھیں عمداً ایسا پڑھنا ناجائز ہے بلکہ شرح فقہ اکبر میں ''محیط'' سے آیا ہے کہ اگر عمداً ض معجمہ کو ظا پڑھنے والا کافر ہو جائے گا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتاویٰ دیوبند جلد چہارم ص 83 مطبوعہ امدادیہ ملتان)

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بانی دار العلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ

جناب من جیسے دال کی جگہ ذال اور ہاء کے بدلے خا اور شین کے عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کے مکان میم نہ کوئی پڑھتا ہے نہ کوئی جائز سمجھتا ہے اور ادنیٰ سے لے کر ہر کوئی اس بات کو سمجھتا ہے ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر ظاء پڑھنا بھی خلاف عقل و نقل ہے یہ بات عقل و نقل کی رو سے منجملہ تحریف ہے۔ جس کی برائی خود کلام اللہ میں موجود ہے۔ پھر معلوم نہیں آج کل کے عالم کس وجہ سے ایسی نا معقول بات کہہ دیتے ہیں اور اہل اسلام کیوں ایسی بات تسلیم کر لیتے ہیں۔ (تصفیۃ العقائد ص 43)

شیعہ ضاد کو ظاء پڑھتے ہیں وہابیوں نے بھی ان کی مشابہت کو کار ثواب جان کر اپنے بڑوں کے فتوؤں کو پس پشت ڈال دیا ہے چنانچہ قاری عبد الرحمان انصاری متوفی 1314ھ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ضاد معجم کو ظاء پڑھنا شعار روافض ایران کا ہے (جسے عجمی وہابیوں نے اپنی زبان کا سرگم بنالیا ہے) (کشف الحجاب ص 41) معلوم ہوا۔

کہ حرف ''ض'' کا ایک الگ مخرج ہے اور اس مخرج سے نکلنے والا یہ لفظ بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے علیحدہ ہے۔ لہٰذا اس کو مشابہ حروف سے ممیز کر کے پڑھنا چاہیے۔ ''ض'' کو ''ظ'' اور ''ذ'' پڑھنے والے فارسی، اردو اور سرائیکی زبان کی مثالیں پیش کر کے اپنا کام نکالنا چاہتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ عربی لغت اپنی وسعت و بلاغت، ندرت وفصاحت کی وجہ سے کسی دوسری لغت کے حروف کی محتاج نہیں ہے۔ بالخصوص کلام الٰہی میں ایک الگ مخرج رکھنے والے حرف کو دوسرے حرف سے گڈمڈ کرنا تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ قراء عرب آج تک اس کو ایک الگ حرف کی حیثیت سے تلاوت کرتے آئے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے قراء عرب کی کیسٹیں نجدیوں نے بھی ضاد کو ظاء سے تبدیل نہیں کیا۔ مگر یہاں کھچڑی پک گئی ہے۔ کہ لوگ جان کر ضاد کو ظاد پڑھتے ہیں اور کفر کرتے ہیں۔

سوال: امام کے پیچھے مقتدی کے آمین کہنے کا کیا طریقہ ہے۔ بعض لوگ آمین چیخ کر کہتے ہیں کیا یہ طریقہ درست ہے؟

جواب: امام کی اقتداء میں آمین بلند آواز سے کہنا منع ہے۔ یہ ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کا معنی ہے۔ دعا قبول فرما اور دعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ (الاعراف) (ترجمہ:) دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے بے شک حد سے بڑھنے والوں کو وہ دوست نہیں رکھتا (البیان)

حد سے بڑھنے والا وہ ہے جو دعا آہستہ نہیں مانگتا۔ اس لیے امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ آہستہ دعا کرنا اعلانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے (خزائن العرفان) اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (بقرہ: 186) (ترجمہ) اور اے حبیب میرے بندے جب میرے بارے میں آپ سے دریافت کریں تو آپ فرما دیں کہ بے شک میں ان کے قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا کو اپنی حکمت کے مطابق قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔ (البیان)

پہلی آیت میں خاموشی سے دعا مانگنے کا حکم ہے اور دوسری آیت میں فاصلے سمیٹ دیئے گئے ہیں اور دعا کی قبولیت کا مژدہ سنایا گیا ہے پھر چیخ کر آمین کہنے کی تک بندی قرآن مجید پر عمل کرنے والے کی سمجھ سے دور ہے۔ کیونکہ آمین کی استدعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے تو اس مجیب الدعوات نے اونچی و بلند آواز سے آمین کہنے سے روک دیا ہے اور وہ دور نہیں کہ اسے چیخ چیخ کر اپنی آواز سنائی جائے بلکہ اس نے فرما دیا میں قریب ہوں اور قریب والے کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شوروغل کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے تعجب ہے ان پر جو نماز کی حالت میں دربار الٰہی میں شوروغل کرتے نظر آتے ہیں۔ اس لیے حدیثوں میں بھی آہستہ آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر 1: حضور پرنور نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (ترجمہ) جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری ج 1 ص 108، مسلم ج 1 ص 172، موطا امام مالک ص 22، ابوداؤد ج 1 ص 135، ترمذی ج 1 ص 58، نسائی ج 1 ص 47، ابن ماجہ ص 61، موطا امام محمد ص 105) مندرجہ بالا اماموں نے اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی آیت درج بالا کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے کہ مقتدی نے ہر حالت میں فرشتوں کی آمین کی موافقت کرنی ہے جب فرشتوں کی آمین ہمیں سنائی نہیں دیتی تو ہم بھی اپنی آمین خاموشی سے ادا کریں۔ تاکہ فرشتوں کے ساتھ توافق و تطابق برقرار رہے اور ہمارے گناہوں کی مغفرت ہو جائے۔ آمین بالجہر سے تو فرشتوں کے ساتھ مخالفت کا صاف پہلو نظر آتا ہے جب ہم عملی خلاف ورزی کی دلدل میں پھنس گئے تو گناہ خاک معاف ہوں گے۔ اور نماز کیا بنے گا؟

حدیث نمبر 2: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ۔ یعنی جب امام سورۃ فاتحہ ختم کرے تو تم آمین کہو۔ جس کی آمین

فرشتوں کی آمین کے مطابق ہوگی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (بخاری ج 1 ص 108، ابوداؤد ص 135، نسائی ج 1 ص 47، موطا امام مالک، ص 22، الاحسان بترتیب ابن حبان ج 4، ص 146) (۱) اس حدیث شریف کو پانچ محدثین نے نقل کیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ الحمد شریف امام نے پڑھنی ہے مقتدی نے نہیں پڑھنی اگر مقتدی نے پڑھنی ہوتی تو آپ فرماتے جب تم الحمد ختم کرو تو پھر آمین کہو (۲) آمین کو فرشتوں کی آمین کے مطابق رکھنا ہے اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کی آمین کی آواز کسی نے نہیں سنی تو پھر ہم خوامخواہ کیونکر کسی کو آمین سنائیں، جس کو آمین سنانی ہے وہ مالک ومولیٰ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔

حدیث نمبر 3: حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ، کے بعد امین کہی۔ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ اور اپنی آواز کو پست کرلیا۔ (ترمذی ج 1، ص 58) جب اللہ تعالیٰ نے خاموشی سے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے تو اس پر آپ عمل نہ کرتے تو اور کون کرتا؟ اس لیے آپ نے چپکے چپکے آمین کہی اور کسی کو نہ سنائی۔

حدیث نمبر 4: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ، پر پہنچے تو آپ نے آمین کہی۔ وَاَخْفٰی صَوْتَهٗ۔ اور اپنی آواز کو بالکل چھپا دیا۔

(احمد وابویعلی، موطا امام محمد ص 105، حاشیہ نمبر 9)

حدیث نمبر 5: آپ نے جب الحمد ختم کی تو آمین کہنے کے لیے خَفَضَ صَوْتَهٗ، اپنی آواز کو پست کرلیا۔ (حاکم موطا امام محمد ص 105، حاشیہ نمبر 9)

حدیث نمبر 6: امیر المومنین حضرت عمر اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تسمیہ و آمین میں جہر نہیں کرتے تھے یعنی ان کو خاموشی سے ادا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں دراصل اخفاء ہے یعنی دعا مخفی ہونی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً، دعا مانگو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ۔ کذا قال عینی عینی نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (نسائی شریف، ج 1، ص 48 حاشیہ نمبر 1)

حدیث نمبر 7: حضرت سمرہ بن جندب نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتوں و خاموشیوں کو یاد رکھا ہے ایک خاموشی تکبیر تحریمہ کے بعد والی اور دوسری خاموشی وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد والی۔ حضرت عمران بن حصین نے اس کا انکار کیا تو ان دونوں نے یہ مسئلہ حضرت اُبی بن کعب کے پاس لکھ بھیجا۔ انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ اِنَّ سَمُرَۃَ قَدْ حَفِظَ۔ بے شک حضرت سمرہ نے یاد رکھا ہے یعنی اس کی بات سچی ہے۔ سید عالم ﷺ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد خاموش ہو جاتے اور چپکے چپکے آمین کہتے تھے (ابو داؤد ج 1 ص 113، ترمذی ج 1، ص 59، ابن ماجہ ص 61، مشکوٰۃ ص 78) امام ابو داؤد نے مندرجہ بالا حدیث کو تین سندوں سے روایت کیا ہے، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور پر نور ﷺ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد آمین کو چپکے چپکے اور خاموشی سے ادا کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں بھی ایسا کرنا چاہیے۔ تاکہ ادائے مصطفیٰ ﷺ پر عمل ہو جائے۔

حدیث نمبر 8: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں تَرَکَ النَّاسُ التَّامِیْنَ۔ صحابہ کرام نے آمین بالجہر کو ترک کر دیا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد آمین فرماتے تھے جسے پہلی صف والے سن لیتے تھے تو مسجد گونج اٹھتی تھی۔ (ابن ماجہ ص 62) (۱) اس حدیث کا راوی بشر بن رافع ہے اس کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے حضرت ابن معین فرماتے ہیں منکر الحدیث ہے، امام نسائی فرماتے ہیں وہ قوی نہیں ہے امام ابن حبان فرماتے ہیں وہ موضوع چیزیں روایت کرتا ہے (میزان الاعتدال ج 1 ص 317) اس کے بارے میں علامہ عقیلی فرماتے ہیں بشر بن رافع کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ ضعیف الحدیث ہے (الضعفاء الکبیر ج 1 ص 141) قَالَ الْبُخَارِیُّ لَا یُتَابِعُ وَضَعَّفَهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَ اَبُوْ حَاتِمٍ وَ اَحْمَدُ (تذہیب الکمال ج 1، ص 126) (۲) بالفرض اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو حضرت ابو ہریرہ کا فرمان ہے، رسول اللہ ﷺ کا حکم و فرمان نہیں (۳) تَرَکَ النَّاسُ کے کلمے اس بات کے شاہد ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ آمین خاموشی سے کہتے تھے (۴) یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ دعا چپکے چپکے مانگنے کا

حکم دے اور حبیب خدا ﷺ اس کی مخالفت پر اتر آئیں پناہ بخدا (۵) ایک آدھ بار سرکار نے آمین کو اونچی آواز سے ادا کر لیا ہو۔ تا کہ امت کو آمین کا علم ہو کیونکہ آپ معلم بن کر تشریف لائے ہیں (٦) علماء کرام فرماتے ہیں کسی صحیح حدیث میں رسول کریم ﷺ کے مقتدیوں کا آمین بلند آواز سے کہنا ثابت نہیں۔ اس طرح خلفاء رسول ﷺ کا بلند آواز سے آمین کہنا یا ان کے مقتدیوں کا آمین کہنا صحیح حدیث سے ثابت نہیں (خلاصہ از نماز حنفی ص 156) اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور صحابہ کی اتباع کرنے والوں کو اپنی رضا سے سرفراز فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (الآیۃ) مسلمانو! مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں آمین خاموشی سے کہنا بہتر ہے۔ بلند آواز سے آمین کہنے کا صحیح حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

سوال: ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی ہے یا ہاتھ چھوڑ کر اور ہاتھ کہاں باندھنے ہیں؟

جواب: نماز میں بحالت قیام ہاتھ باندھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ ترجمہ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور ہاتھ باندھ لیں۔ امام علاؤالدین علی بن محمد متوفی 471ھ اور قاضی ثناء اللہ متوفی 1225ھ ارقام فرماتے ہیں قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ اَیْ ضَعْ یَدَكَ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ (تفسیر خازن ج 4، ص 416، تفسیر مظہری ج 10، ص 353) اور تفسیر ابن عباس ص 397، مطبوعہ فاروقی ملتان میں مرقوم ہے۔ ضَعْ یَمِیْنَكَ عَلٰی شِمَالِكَ فِی الصَّلٰوۃِ اور امام اسمٰعیل حقی متوفی 1117ھ نے ارقام فرمایا ہے عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ النَّحْرُ هٰهُنَا وَضْعُ الْیَدَیْنِ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّحْرِ (روح البیان ج 10، ص 525) اور علام ابن کثیر متوفی 774ھ نے لکھا ہے۔ اَلْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ وَانْحَرْ وَضْعُ الْیَدِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیَدِ الْیُسْرٰی تَحْتَ النَّحْرِ یُرْوٰی هٰذَا عَنْ عَلِیٍّ وَلَا یَصِحُّ وَعَنِ الشَّعْبِیِّ مِثْلَهٗ وَعَنْ اَبِیْ جَعْفَرِ الْبَاقِرِ (تفسیر ابن کثیر ج 4، ص 558، مطبوعہ کراچی)

اور تفسیر حسینی ص 1389 میں تحت آیت مذکور ہے، دست راست بر چپ نہ در نماز

اور علامہ زمخشری متوفی 528ھ نے لکھا ہے وَالنَّحرُ وَضعُ الیَمِینِ عَلَی الشِّمَالِ (کشاف ج 4، ص 807) اور امام المفسرین سند المحدثین حجۃ الاسلام امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی 370ھ نے ارقام فرمایا ہے کہ حماد بن سلمہ نے عاصم جحدری سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی تفسیر حضرت علی نے یہ بیان فرمائی کہ دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھ کر سینے پر رکھنا ہے اور ابوجوزا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس کا معنی ہے، نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے پاس باندھیں۔ حضرت علی و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے دائیں کو بائیں ہاتھ پہ رکھ کر ناف کے نیچے باندھنا مراد ہے۔ (تفسیر احکام القرآن ج 3، ص 475-476، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

حضرت قبیصہ اپنے باپ ھلب سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے امام ہوتے تھے آپ اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے (ترمذی ج 1، ص 59، ابن ماجہ مشکوٰۃ ص 76، باب صفۃ الصلاۃ) امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں حضرت ھلب کی حدیث حسن ہے اصحاب نبی (ﷺ) کا عمل اس پر تھا اور تابعین اور ان کے بعد والے بھی اس پر عمل کرتے تھے وہ یہی دیکھتے چلے آئے کہ مسلمان نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے اور بعض اصحاب نے دیکھا کہ آپ نے ہاتھ ناف کے اوپر باندھ رکھے ہیں اور بعض نے دیکھا کہ آپ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی ہے (ترمذی ج 1، ص 59) اور سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ حالت نماز میں نمازی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں کی کلائی پر رکھے (بخاری ج 1، ص 102، مشکوٰۃ ص 75) اور حضرت علی کریم نے فرمایا وَمِنَ السُّنَّةِ فِی الصَّلَاةِ وَضعُ الاَکُفِّ عَلَی الاَکُفِّ تَحتَ السُّرَّةِ (رواہ ابوداؤد، الطیالسی)، وہامش مشکوٰۃ ص 75 وہامش ابوداؤد ج 1، ص 110) یعنی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھنا سنت ہے اور ابن حزم کی روایت میں ہے عَنْ اَبِی هُرَیرَةَ قَالَ وَضعُ الکُفِّ عَلَی الکُفِّ فِی الصَّلَاةِ تَحتَ السُّرَّةِ (ابوداؤد حاشیہ

نمبر 3،ص 110) اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيلُ الْاِفْطَارِ، تَاخِيرُ السُّحُورِ وَ وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ (ہامش ابوداؤد ص 110) فرمایا تین چیزیں عادات نبوۃ میں سے ہیں اول وقت میں روزہ کھولنا (دوم) آخری وقت میں سحری کھانا (سوم) نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھنا اور شیخ محقق امام محمد عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ نے ارقام فرمایا ہے نماز میں ہاتھ باندھنا ائمہ کا متفق علیہ مسلہ ہے (الا مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امام ابو حنیفہ متوفی 150ھ کے نزدیک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا (مسنون) ہے اور امام شافعی کے نزدیک ناف کے اوپر...... امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ اختیار فرمایا ہے جو مقرر و معتاد ہے بصورت ادب کے دلیل سے اور وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج1 ص 358، مظاہر حق ج1،ص 281، مطبوعہ خواجہ اسلام لاہور) شافعیوں میں سے حضرت سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ اور ابواسحاق المروزی نے بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا اقرار کیا ہے (الکامل للنووی ج1،ص 173، ہامش ابوداؤد ج1،ص 110) سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا عورتوں کے لیے مخصوص ہے (فتاوی رضویہ ج6 ص 144 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور) اور عورتوں کی وضع قطع اپنانا موجب نفرت ولعنت ہے۔کمافی الحدیث،شیعہ بھی عورتوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہیں۔

(تحفۃ العوام حصہ اول ص 399 از حاجی حسن علی، وتحفۃ العوام سید منظور حسین ص 128)

سوال: کپڑے کے ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھنی کیسی ہے؟

جواب: سر پر کپڑا باندھ کر نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ اس پر اجماع امت ہے اور سر پر عمامہ باندھنا حضور پرنور سید عالم ﷺ کی سنت متواترہ ہے۔ جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچتا ہے...... اور سنت متواترہ کا استخفاف (حقیر جاننا) کفر ہے، عمامہ باندھنے کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں۔ حدیث نمبر 1: سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے

ہیں ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں (جامع صغیر ج 2، ص 74) یعنی مسلمان ٹوپیوں پر عمامے بھی باندھتے ہیں۔ عمامے کے ہر سر والے پیچ کے بدلے بروز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا (جامع صغیر ج 2، ص 74) حدیث نمبر 3-2: قصاعی مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دیلمی مولا علی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اَلْعَمَائِمُ تِیْجَانُ الْعَرَبِ عمامے عرب کے تاج ہیں (جامع صغیر ج 2، ص 74) حدیث نمبر 4: مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامے چھوڑ دیں گے تو اپنی عزت اتار دیں گے۔ حدیث نمبر 5، مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسجدوں میں حاضر ہو جاؤ منہ کھول کر عمامے باندھے ہوئے اس لیے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں (جامع صغیر ج 1، ص 5) حدیث نمبر 6: طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔ (اسے حاکم نے صحیح کہا ہے) حدیث نمبر 7: ابن عدی کامل و بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں وَرَوَی عَنْہُ الطِّبْرِیُّ صَدْرَہٗ وَ اَشَارَہُ الْمَنَاوِیُّ اِلٰی تَقْوِیَتِہٖ۔ حدیث نمبر 8: بیہقی شعب الایمان میں خالد بن معدان سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمامے باندھو اگلی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو کہ وہ عمامے نہیں باندھتے تھے۔ حدیث نمبر 9: سنن ابی داؤد میں معاذ بن جبل سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز عمامے باندھ کر پڑھو۔ حدیت نمبر 10: دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عمامے مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اتار دیں اپنی عزت اتار دیں گے۔ حدیث نمبر 11: رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے میری امت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھتے

رہیں گے۔ حدیث نمبر 12: ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف میں اور ابوداؤد طیالسی و ابن منیع مسانید میں اور بیہقی سنن میں مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ عزوجل نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بے شک عمامے کفر و ایمان میں فارق ہیں۔ حدیث نمبر 13: دیلمی مسند الفردوس میں عبداللہ علی بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فرق کرنے والا ہے۔ حدیث نمبر 14: ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا فرشتوں کے تاج ایسے ہوتے ہیں۔ حدیث نمبر 15-16: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمر اور بیہقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار (نشان) ہیں اور ان کے شملے اپنے پس پشت چھوڑو۔ حدیث نمبر 17: ابوعبداللہ محمد بن وضاح فصل لباس العمائم میں خالد بن معدان سے مرسلاً راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا ہے۔ حدیث نمبر 18: معجم کبیر طبرانی میں ہے ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت برساتے ہیں جمعہ کے دن عمامے والوں پر۔ حدیث نمبر 19: دیلمی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔ حدیث نمبر 20: مسند الفردوس میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کر کے فرمایا تم عمامے کو دوست رکھتے ہو، میں نے عرض کی کیوں نہیں؟ فرمایا اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب

شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اے فرزند عمامہ باندھ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھ کر آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ یہ تمام حدیثیں فتاوی رضویہ ج 6، ص 210 تا ص 214، طبع رضا فاؤنڈیشن لاہور سے لی گئی ہیں۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر 31، خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کے تحت تفسیر روح البیان ج 2، ص 154 میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 150ھ نماز کے لیے عمامہ کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ننگے سر یا سر کی چوٹی نکال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری ج 1، ص 106، بحوالہ بہشتی زیور ح 11، بہار شریعت ج 3، ص 129، درمختار وردالمحتار ج 1، ص 474، الداریہ ص 141) نام نہاد اہل حدیث غیر مقلد نے لکھا ہے، مولوی عبدالرحمٰن اہل حدیث کی وجہ سے...... نماز پورے اہتمام سے سر پر پگڑیاں رومال وغیرہ باندھ کر ادا کی جاتی تھی مگر آج کل ضد کی وجہ سے رومال آگے پھینک کر ننگے سر نماز ادا کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ (ارباب طریقت ص 459) مولوی ثناء اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں کہ صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت ﷺ سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا، پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے (فتاوی ثنائیہ ج 1، ص 523) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔ سوال: امام ٹوپی اوڑھ کر فرض باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ جواب: ٹوپی پہن کر نماز جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ، ج 1، ص 480)

سوال: نماز میں رفع یدین کتنی بار کرنا پڑتا ہے؟

جواب: اہل سنت حنفی، نماز میں صرف ایک بار رفع یدین کرتے ہیں یہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت یعنی آغاز نماز کے وقت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں کہیں بھی پنجگانہ نماز اور نماز جنازہ میں رفع یدین نہیں کیا جاتا عیدین اور وتر اس سے اس لیے مستثنیٰ ہیں کہ ان میں

رفع یدین کا حکم الگ موجود ہے۔ احناف اہل سنت خواہشات کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے سے نکال کر اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں سرگرم عمل ہیں اس لیے جہاں رفع یدین کا حکم شرعاً ہے تو اس کی بجا آوری کو سعادت سمجھا اور جہاں ممانعت ہے تو وہاں تکمیل شریعت کے لیے تعمیل خواہش کو پس پشت ڈال دیا۔ بخلاف غیر مقلدین اور شیعہ کے جنہوں نے عبادات میں بھی اپنی خواہشات کو اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ اب ہم اہل سنت احناف کے عدم رفع یدین فی الصلوٰۃ کے موقف میں چند دلائل پیش کر کے فقہاء احناف کی بالغ نظری اور حدیث دانی اور حدیث فہمی کو روز روشن کی طرح واضح کرنا چاہتے ہیں۔ نمونہ از خروارے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر میں درج ذیل آیت کے تحت مرقوم ہے۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ مُخْبِتُوْنَ مَتَوَاضِعُوْنَ لَا یَلْتَفِتُوْنَ یَمِیْنًا وَلَا شِمَالًا وَلَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ فِی الصَّلٰوةِ

(تفسیر ابن عباس ص 212 مطبوعہ فاروقی کتاب خانہ ملتان) جو اپنی نماز میں فروتنی کرتے ہیں عاجزی کرتے ہیں تواضع کرتے ہیں دائیں بائیں نہیں دیکھتے اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔ (وہی کامیاب مومن ہیں) اس آیت اور اس کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ نماز کے اندر رفع یدین منع ہے۔ (ا) چنانچہ حضرت براء بن عازب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھاتے۔ ثُمَّ لَا یَرْفَعُهُمَا حَتّٰی یَفْرُغَ۔ پھر انہیں نہ اٹھاتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267) امام بخاری وامام مسلم کے استاذ امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو نمبر اول پر درج کر کے گویا قرآن مجید کی تفسیر ہمارے سامنے رکھ دی ہے لہٰذا نماز کے اندر رفع یدین اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا ہے۔ جو مسلمان رفع یدین نہیں کرتے وہ اس آیت وحدیث پر عمل پیرا ہیں۔

(۲) حضور پرنور ﷺ اور آپ کے وزراء سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز پنج گانہ میں (غیر مقلدوں اور شیعہ) جیسا رفع یدین ہرگز نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ یہ روایت ملاحظہ کریں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ حَمَّادِ ابْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعُوْا اَیْدِیَهُمْ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

(دارقطنی، ج 1، ص 111، بیہقی ج 2، ص 79، الکامل لابن عدی نصب الرایہ ج 1، ص 396)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی (اور میں نے بچشم خود دیکھا کہ) انہوں نے نہ ہاتھ اٹھائے مگر نماز کی ابتداء کرتے وقت۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور پرنور اور آپ کے دونوں وزراء وخلفاء نماز میں بار بار غیر مقلدوں اور شیعوں کی طرح ہاتھ نہ ہلایا کرتے تھے بلکہ طمانیت وسکون کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ اور صرف ایک بار آغاز نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(۳) فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ یہ روایت بطور دلیل پیش خدمت ہے۔

حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ اٰدَمَ عَنْ حَسَنِ بْنِ عَیَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبْحَرٍ عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ فِیْ شَیْءٍ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِلَّا حِیْنَ اِفْتَتَحَ الصَّلٰوةَ (بیہقی، نصب الرایہ ج 1، ص 405 مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268) امام طحاوی کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں قَالَ اَسْوَدُ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَةٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔

ترجمہ: اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی پس انہوں نے اپنی نماز میں ہاتھ نہ اٹھائے مگر جب نماز شروع ہوئی یعنی حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی ہاتھ اٹھاتے تھے یہ حضرت اسود کی چشم دید گواہی ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں ھُوَحَدِیْثٌ صَحِیْحٌ یہ حدیث صحیح ہے حافظ نے فرمایا رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ اس حدیث کی سند میں ثقہ یعنی بااعتبار لوگ ہیں۔ (الدرایہ، ص 639)

(۴) خلیفہ رابع، باب مدینۃ العلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (غیر مقلدوں اور شیعوں والا) رفع یدین نماز میں نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ یہ روایت آپ کے اس عمل پر شاہد ہے۔

اَنَّ عَلِیًّا کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1، ص 267، شرح معانی الآثار ج 1، ص 154، موطا امام محمد بن حسن الشیبانی ص 94، الدرایہ ص 639)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف افتتاح نماز کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر ایسا نہ کرتے تھے۔ یعنی رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے اور سجدہ میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے رفع یدین ہرگز نہ کرتے تھے۔

اس روایت کے راوی بااعتماد اور ثقہ ہیں۔ (نصب الرایہ ج 1، ص 406) ھُوَ اَثَرٌ صَحِیْحٌ وَ لَفْظُ الطَّحَاوِیِّ ثُمَّ لَا یَرْفَعُ بَعْدُ، وَرَوٰی مُحَمَّدٌ ثُمَّ لَا یَرْفَعُھُمَا فِیْ شَیْئٍ مِنَ الصَّلٰوۃِ اھ

(۵) حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں پھر آپ نے نماز کے آغاز میں ایک بار ہاتھ اٹھائے۔ فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267)

(۶) حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف نماز کی ابتداء میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ ثُمَّ لَا یَرْفَعُھُمَا۔ پھر کہیں نہ اٹھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267) حضرت عبداللہ بن مسعود نے وہی طریقہ اختیار فرمایا جو وہ بار بار حضور پرنور

صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھ چکے تھے اس لیے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو وہی طریقہ بتایا جو اللہ ورسول کے نزدیک مقبول ہے۔

(۷) حضرت علی کی جماعت اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی جماعت یعنی ان کے اصحاب نماز میں صرف ایک بار بوقت افتتاح رفع یدین کرتے تھے چنانچہ ان کے اس عمل کے ثبوت میں یہ دلیل حاضر خدمت ہے۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَ اَبُو اُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ وَ اَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِي اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ قَالَ وَكِيعٌ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ اھ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1، ص 267)

ترجمہ: شعبہ بن ابی اسحاق نے فرمایا اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اصحاب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف آغاز نماز کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ وکیع فرماتے ہیں تکبیر اولیٰ پر ہاتھ اٹھانے کے بعد پھر ایسا نہ کرتے تھے۔ اس روایت کے جملہ راوی ثقہ اور با اعتماد ہیں۔ دیکھئے تقریب تَرْجَمَتُهُمْ۔

(۸) فقیہ اعظم فی الصحابہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے چنانچہ یہ روایت ان سے دلیل ہے۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ اَبِي مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ اَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي اَوَّلِ مَا يَسْتَفْتِحُ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا (یہ لفظ، مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267 پر موجود ہیں اور موطا امام محمد ص 94 میں یہ لفظ ہیں كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعِيْنٌ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اور طحاوی ج 1، ص 156 کی سند یہ ہے حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ مُعِيْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْئٍ مِنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا فِي الْاِفْتِتَاحِ۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہمیشہ نماز شروع کرتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے تھے پھر ان ہاتھوں کو کہیں بھی نہ اٹھاتے تھے۔ یعنی نماز کے دوسرے ارکان کو ادا کرتے وقت رفع یدین ان کا معمول نہ تھا۔ یقینا حضرت عبداللہ بن مسعود اور جملہ صحابہ کرام کا معمول وہی تھا جو خود سرور دو عالم ﷺ کا عمل تھا۔ یہ حضرات ہر وقت بارگاہ رسالت مآب میں حاضر رہ کر شرع مطہر کو سمجھتے تھے اور صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ کی اصل تصویر امت کے سامنے پیش کرتے تھے۔

(۹) ابوبکر بن عیاش، حصین سے وہ مجاہد سے وہ فرماتے ہیں۔ مَارَأَیْتُ ابْنَ عُمَرَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَا یَفْتَتِحُ۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ نماز میں رفع یدین کرتے ہوں مگر پہلی تکبیر میں جب وہ نماز شروع کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیب ج 1 ص 268)

(۱۰) ابن فضیل عطا سے وہ حضرت سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سات مقام پر ہاتھ اٹھانے کا حکم ہے۔ (۱) جب نماز کے لیے قیام کرے (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے (۳) صفا پر (۴) مروہ پر (۵) عرفات میں (۶) مزدلفہ میں (۷) شیطانوں کو کنکر مارتے وقت۔ (مصنف ابن شیبہ ج 1 ص 268)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جسے مسند بزار میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا گیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات مقام کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کیا جائے (۱) نماز شروع کرتے وقت (۲) بیت اللہ کا استقبال کرتے وقت (۳) صفا پر (۴) مروہ پر (۵) عرفات میں (۶) مزدلفہ میں (۷) حجر اسود کے پاس۔ (نصب الرایہ ج 1 ص 390) بہر صورت نماز میں صرف اس کو شروع کرتے وقت رفع یدین کرنا ہے۔

(۱۱) امام الائمہ سراج الامۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ تابعی، متوفی 150، رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(۱۲) فقیہ زمانہ امام العصر حضرت امام ابو یوسف حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 182ھ رفع

یدین نہیں کرتے تھے۔

(۱۳) امام ملت طاہرہ شیخ المحدثین حضرت امام محمد بن حسن حنفی متوفی 189ھ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (طحاوی ج 1، ص 156، موطا امام محمد ص 91)

ان دلائل واضحہ اور شواہد قاہرہ سے ثابت ہوا کہ خود امام الانبیاء نور خدا ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین عظام اور اتباع تابعین علیہم الرحمۃ والرضوان غیر مقلدوں اور شیعوں والا رفع یدین قطعاً نہیں کرتے تھے۔

(۱۴) مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 صفحہ 268 میں عبدالملک نے فرمایا میں نے امام شعبی اور ابراہیم اور ابو اسحاق کو دیکھا ہے لَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیْھُمْ اِلَّا حِیْنَ یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلَاۃَ۔ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کی ابتدا میں

(۱۵) حضرت وکیع بن الجراح افتتاح نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(جزر فع یدین امام بخاری ص 46، طبع جلالپور)

(۱۶) امام ابراہیم بن یوسف الماکیانی صاحب ابی یوسف کَانَ لَا یَرْفَعُ آغاز کے بعد ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ (الفوائد البہیہ ص 116)

(۱۷) امام حسن بن صالح بن حیی صرف نماز کے آغاز میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(موطا امام محمد ص 91، حاشیہ نمبر 2)

(۱۸) محدث امام اسحاق بن اسرائیل صرف نماز کی ابتداء میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(دار قطنی ج 1، ص 111)

(۱۹) امام ابراہیم نخعی صرف نماز کے اول میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج 1، ص 267) اسود کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا آپ پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ ثم لا یعود پھر نہ اٹھاتے تھے اور میں نے ابراہیم اور شعبی کو دیکھا وہ بھی اس طرح کرتے تھے۔ (شرح معانی الاثار ج 1، ص 156)

امام احمد بن حسن جو اپنے دور کے بہت بڑے محدث اور فقہ حنفی کے بلند پایہ فقیہ تھے

نے ارقام فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ بَلَغَنَا عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ قَالَ لَا تَرْفَعْ يَدَيْكَ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِكَ بَعْدَ الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ (کتاب الاثار ص 21)

ہمیں امام ابراہیم سے یہی روایت ملی ہے کہ وہ صرف پہلی بار ہاتھ اٹھاتے تھے ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام اعظم کا قول ہے (جوانہوں نے حدیثوں سے لیا ہے)

(۲۰) حضرت امام سفیان ثوری صرف نماز کے آغاز میں رفع یدین کرتے تھے اور بس (جزرفع یدین امام بخاری ص 46، حدیث نمبر 76)

(۲۱) حضرت امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلی التابعی الکبیر کے بارے میں روایت ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ اِبْنُ هَشِيْمٍ عَنْ سُفْيَانِ بْنِ مُسْلِمِ الْجُهْنِيِّ قَالَ كَانَ ابْنُ اَبِي لَيْلٰى يَرْفَعُ يَدَيْهِ اَوَّلَ شَيْءٍ اِذَا كَبَّرَاهُ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 1، ص 268)

ابن ابی لیلی تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ ابن ابی لیلی کا تعارف امام نووی شارح مسلم نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔ كَانَ مِنْ اَجَلِّ التَّابِعِيْنَ ان کا شمار بزرگ تابعین میں ہوتا تھا۔ (نووی شرح مسلم ج 1، ص 6-7) امام ترمذی نے فرمایا ابن ابی لیلی نے 120 صحابہ کرام کا دیدار کیا (ترمذی ج 2، ص 183) صاحب تحفۃ الاحوذی نے لکھا ہے۔

سَمِعَ اَبَاهُ وَخَلْقًا كَثِيْرًا مِنَ الصَّحَابَةِ انہوں نے اپنے باپ سے اور بہت سارے صحابہ کرام سے حدیث سنی تھی (تحفۃ الاحوذی ج 2، ص 348) خلاصہ یہ کہ امام عبدالرحمن ابن ابی لیلی تابعی کبیر صرف آغاز نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ انہوں نے صحابہ کرام کو اسی طرح کرتے دیکھا اور صحابہ نے آنحضرت ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

(۱۶) امام شعبی تابعی آغاز نماز کے وقت ہی ہاتھ اٹھاتے تھے۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ اَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي اَوَّلِ التَّكْبِيْرِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا (مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267) امام شعبی ہمیشہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر ہاتھوں کو نہ اٹھاتے تھے۔ اسود فرماتے ہیں میں نے دیکھا شعبی صرف پہلی تکبیر کے وقت

ہاتھ اٹھائے تھے۔ (شرح معانی الاثار ج 1 ص 156)

(۲۲) حضرت ابراہیم حکم دیتے تھے کہ اے مسلمان۔ لَاتَرْفَعْ يَدَيْكَ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَاةِ اِلَّا فِي الْاِفْتَتَاحَةِ الْاُوْلٰی۔ نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کر مگر تکبیر تحریمہ کے وقت۔

(مصنف ابن شیبہ ج 1 ص 267)

(۲۳) حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم فرماتے تھے۔ اِذَا اَكْبَرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ ثُمَّ لَاتَرْفَعْهُمَا فِيمَا بَقِيَ۔ جب نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہے تو اپنے ہاتھ اٹھا پھر باقی نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267۔ مطبوعہ طیب اکادمی ملتان) اہلحدیث یعنی محدثین کرام کا طریقہ وحکم یہی ہے کہ نماز کے آغاز میں رفع یدین ہے اور باقی نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں رفع یدین کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں ہے

(۲۴) حضرت قیس ابن ابی حازم التابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آغاز نماز کی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے چنانچہ امام بخاری کے استاذ شیخ المحدثین امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ اِسْمٰعِيلَ قَالَ كَانَ قَيْسٌ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا (مصنف ابن ابی شیبہ ج 1، ص 236)

ترجمہ: اسماعیل نے کہا کہ امام قیس تابعی، ہاتھ اٹھاتے تھے پہلی تکبیر میں جب داخل ہوتے نماز میں اس کے بعد ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(۲۶،۲۵) حضرت امام اسود تابعی اور حضرت علقمہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ اَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ اَيْدِيَهُمَا اِذَا افْتَتَحَا ثُمَّ لَا يَعُوْدَانِ اھ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 1، ص 268)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یقینا حضرت اسود اور حضرت علقمہ رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے تو ہاتھ اٹھاتے اس کے بعد پھر ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(۲۸،۲۷) حضرت امام خیثمہ تابعی اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما رفع یدین نہیں

کرتے چنانچہ ان کے اس عمل کی دلیل یہ روایت ہے۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ طَلْحَۃَ عَنْ خَیْثَمَۃَ وَاِبْرَاھِیْمَ قَالَ کَانَا لَا یَرْفَعَانِ اَیْدِیَھُمَا اِلَّا فِیْ بَدْءِ الصَّلٰوۃِ

(مصنف ج 1، ص 267)

ترجمہ: طلحہ نے فرمایا خیثمہ اور ابراہیم دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر ابتداء نماز میں یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت۔

(۲۹) حضرت ابواسحاق سبیعی تابعی، تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(مصنف ج 1، ص 267)

(۳۰) حضرت عباد بن عبداللہ بن الزبیر، تکبیر اولیٰ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(مرسل، (مرفوع (نصب الرایہ ج 1، ص 404)

(۳۱) حضرت ابوبکر عیاش فرماتے ہیں میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا جو سوائے تکبیر اولیٰ کے کسی اور مقام پر اپنے ہاتھ اٹھاتا ہو۔ (شرح معانی الاثار ج 1، ص 156)

(۳۲) مندرجہ بالا حدیثوں کو اور صحابہ کرام و تابعین فقہاء و اہل حدیث علماء کے عمل کو سامنے رکھ کر امام اعظم نے فرمایا کہ نمازی صرف تکبر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے۔ وَوَافَقَہٗ اِلٰی عَدَمِ الرَّفْعِ اِلَّا مَرَّۃً الثَّوْرِیُّ وَالْحَسَنُ بْنُ حَیٍّ وَسَائِرُ فُقَھَاءِ الْکُوْفَۃِ قَدِیْمًا وَحَدِیْثًا اور موافقت کی ہے عدم رفع یدین کی امام ثوری نے اور امام حسن بن حی نے اور کوفہ کے تمام سلفی و خلفی فقہاء اسلام نے۔ (تعلیق المجد ص 91)

(۳۳) فَذَھَبَ اَھْلُ الْکُوْفَۃِ وَاَبُوْحَنِیْفَۃَ وَسُفْیَانُ ثَوْرِی وَسَائِرُ فُقَھَائِھِمْ اِلٰی اَنَّہٗ لَا یَرْفَعُ الْمُصَلِّیْ یَدَیْہِ اِلَّا عِنْدَ تَکْبِیْرَۃِ الْاِحْرَامِ الخ

ابن رشد مالکی نے کہا ہے اہل کوفہ اور امام اعظم ابوحنیفہ وسفیان ثوری اور ان کے تمام فقہاء کرام کا موقف یہی ہے کہ نمازی نہ ہاتھ اٹھائے مگر تکبیر احرام کے وقت۔

(بدایۃ المجتہد ج 1، ص 78، طبع مصر)

(۳۴) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 179ھ بھی سوائے تکبیر اولیٰ کے رفع

یدین نہیں کرتے تھے۔(المدونۃ الکبریٰ، ج1،ص71)

(۳۵) الروضۃ الندیہ ج1،ص94 پر ہے کہ تارکین رفع یدین میں صحابہ کرام وتابعین عظام اوران کے بعدوالے شامل ہیں۔یعنی وہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۳۶) غیر مقلدوں کے فتاویٰ نذیریہ ج1،ص441 پر مرقوم ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین میں جھگڑا کرنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔یعنی رفع یدین کرانے والے تعصب کرنے والے جاہل ہیں۔

(۳۷) امام مسلم نے فرمایا ہے: حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَ اَبُوْکُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمُسَیِّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِیْمِ بْنِ طُرْفَۃَ عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَۃَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمُسٍ اُسْکُنُوْافِی الصَّلٰوۃِ (مسلم شریف ج1،ص181)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ہم نماز پڑھ رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں۔یعنی رفع دین نہ کیا کرو۔یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں بار بار رفع یدین کرنے والوں کو روک دیا تھا۔اس کے بعد کسی صحابی نے رفع یدین نہ کیا مگر پہلی تکبیر کے وقت لیکن ضد نے لوگوں کا بیڑا غرق کردیا ہے جو بار بار رفع یدین کرنے پر مصر ہیں۔

(۳۸) شیخ الاسلام والمسلمین غبیط المحققین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے نہ احادیث میں اس کی مدت مذکور، ہاں حدیثیں اس کے فعل وترک دونوں میں وارد ہیں۔(سنن ابی داود ج1،ص

109 ونسائی ج 1، ص 161، وجامع ترمذی ج 1، ص 59) وغیرہ میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم کے رجال کی طرح ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَالَ فَقَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ثُمَّ لَمْ یَعُدْ یعنی انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے۔ ترمذی نے کہا حَدِیْثُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَبِہٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالتَّابِعِیْنَ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَ اَھْلِ الْکُوْفَۃَ یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب ہے متعدد علماء منجملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتابعین کرام اور امام سفیان وعلماء کوفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔ امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسند ص 132 میں ہے حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ لِشَیْءٍ مِنْ ذٰلِکَ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح معانی الاثار ج 1، ص 154 میں فرماتے ہیں۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرَۃَ حَدَّثَنَا مُؤْمِلٌ ثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْمُغِیْرَۃِ قَالَ قُلْتُ لِاِبْرَاھِیْمَ حَدِیْثُ وَائِلٍ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ یَرْفَعُ یَدَیْنِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا رَکَعَ وَاِذَ رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ اِنْ کَانَ وَائِلٌ رَاٰہُ مَرَّۃً یَفْعَلُ ذٰلِکَ فَقَدْ رَاٰہُ عَبْدُاللّٰہِ خَمْسِیْنَ مَرَّۃً لَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ۔ یعنی مغیرہ کہتے ہیں میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انہوں نے حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا۔ ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین نہ کیا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیَکُمْ کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمُسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے احادیث ترک پر عمل فرمایا ہے حنیفہ کو ان کی تقلید چاہیے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 6، ص 154-155 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ترک رفع یدین پر مناظرہ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اوزاعی سے مکۃ المکرمہ میں (حضرت حماد اور حضرت ابراہیم اور حضرت علقمہ اور حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فقاہت کی وجہ سے) عدم رفع یدین کا مناظرہ جیت لیا اور اہل مکہ نے آپ کی فقاہت اور حدیث فہمی کو تسلیم کر لیا۔ عدم رفع یدین والی حدیث کے راوی یہی ہیں جو اپنے وقت کے عدیم النظیر فقیہ و محدث ہیں (شرح مسند امام اعظم ص 134) نواب آف غیر مقلد صدیق حسن بھوپالی متوفی 1307ھ نے اس مناظرہ کے بارے لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور اوزاعی مکہ میں دار الحناطین میں اکھٹے ہوئے، اوزاعی نے کہا تم رکوع کرتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوے رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ امام صاحب نے فرمایا مجھے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا صحیح فرمان نہیں ملا۔ اس نے کہا حَدَّثَنِیْ زُھْرِیُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاۃَ وَعِنْدَ الرَّکُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْہُ، یہ سن کر امام ابو حنیفہ نے فرمایا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کَانَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاۃِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ بِشَیْئٍ مِنْ ذٰلِکَ۔ اوزاعی کہنے لگا، میں زہری سے سالم سے ابن عمر سے روایت کرتا ہوں اور تم حماد سے ابراہیم سے علقمہ سے روایت کرتے ہو، میرے اسناد کا مقابلہ تیرے راوی نہیں کر سکتے یہ سن

کرابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا حماد، زہری سے بڑا فقیہ ہے، ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہے، علقمہ، ابن عمر سے کم نہیں یعنی اس کے درجہ کا ہے اور اسود فضیلت کثیر رکھتا ہے اور عبداللہ تو عبداللہ ہے اس کے درجے کا کوئی فقیہ نہیں ہے اور حضور ﷺ کا جو قرب اسے حاصل ہے وہ کسی کو نصیب نہیں تھا سند کی فضیلت کے زور پر امام صاحب نے یہ مناظرہ جیت لیا۔ (مسک الختام ج 1 ص 383)

مندرجہ بالا معمولات ومنقولات کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں اور بس بار بار ہاتھ اٹھانا چنچل گھوڑوں کا کام ہے۔

سوال: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پڑھتے ہوئے حضور ﷺ کے بارے میں کیا تصور کرنا چاہیے؟

جواب: اہل سنت اور دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم دین فقہ حنفی کے امام حضرت علامہ محمد بن علی حصکفی ارقام فرماتے ہیں (وَیَقْصُدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَھُّدِ) مَعَانِیَھَا مُرَادَةً لَهٗ عَلٰی وَجْهِ الْاِنْشَاءِ) كَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللّٰهَ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّهٖ) یعنی نمازی الفاظ تشہد کے معانی کا ارادہ کر کے ان کو بطریق انشاء کہے۔ گویا نمازی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کو تحیہ اور اپنی طرف سے بارگاہ نبوی ﷺ میں سلام عرض کر رہا ہے۔ (درمختار ورد المحتار ج 1، ص 377) فقہ حنفی کے تین چوٹی کے امام، صاحب تنویر الابصار صاحب درمختار اور صاحب رد المحتار کے علاوہ فتاوی عالمگیری اور الدر المنتقی اور مراقی الفلاح میں یہ مسئلہ اسی طرح موجود ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں امام اہل سنت کی کتاب (تسکین الخواطر ص 56 تا 87)

دیوبندیوں کے ایک مولوی کی عبارت حجت کے طور پر پیش خدمت ہے۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ اس توجیہ پر کاف خطاب حکایت کو اس کی اصل پر باقی رکھنے کے لیے ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اس وقت نمازی ان الفاظ سے انشاء سلام کا قصد کرے۔ مجرد حکایت کا ارادہ ہرگز نہ ہو۔ علامہ شامی نے کہا ہے کہ نمازی الفاظ تشہد سے ان

کے مرادی معنی کا انشاء کے طریقہ پر قصد کرے۔ گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی کریم ﷺ اور اپنی ذات اور اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے اور اس واقعہ کی نقل و حکایت کا بالکل ارادہ نہ کرے۔ جو حضور ﷺ سے معراج میں واقع ہوا تھا۔ اس قول سے معلوم ہوا کہ خطاب کی توجیہہ میں مشائخ کے تین قول ہیں۔

(۱) مجرد اتباع (۲) اور حبیب کا حرم حبیب میں حاضر ہونا (۳) اور انشاء کے طریق پر واقعہ معراج کی حکایت کرنا۔ (اوجز المسالک ج 1، ص 265) اس کتاب کی عربی عبارت تسکین الخواطر ص 84-85 کے حاشیہ پر ملاحظہ کریں۔ اہل سنت اور دیوبندیوں کے معتبر پیشوا حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تین مستند کتابوں میں ارقام فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود ہوتے ہیں۔ پس نمازی کو آپ ﷺ کی موجودگی سے غافل نہ رہنا چاہیے۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج 1، ص 401 و مدارج النبوۃ اردو ج 1، ص 251، و ج 2، ص 768 و مکتوبات شیخ محقق علی ہامش الاخبار الاخیار ص 155 و ص 316)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں فَاِذَا الْحَبِیْبُ فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ حَاضِرٌ یعنی جہاں خدا ہے وہاں مصطفی ہے۔ وہ بھی حاضر یہ بھی حاضر
(فتح الباری شرح بخاری، ج 2، ص 399، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حجۃ الاسلام امام غزالی متوفی 505ھ ارقام فرماتے ہیں۔

اور نبی ﷺ کے باجود وجود کو دل میں حاضر کرو اور کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو پہنچتا ہے اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کامل تر ملتا ہے (احیاء العلوم اردو ج 1، ص 173، وَنَقَلَهٗ اِمَامُ كَعْبَه علامہ علی قاری حنفی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج 1، ص 557) دیوبندیوں کے مستند عالم مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے حقیقت محمدیہ کو ہر وجود میں جاری وساری اور ہر بندہ کے باطن میں حاضر و موجود مانا ہے اور اس حالت کا پورا انکشاف بحالت نماز تسلیم کیا ہے۔ (سعایہ ج 2، ص 227-228، مقالات کاظمی ج 3، ص 150) ان فتوؤں اور عبارتوں سے ثابت ہوا۔

کہ تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ پڑھتے وقت حضور ﷺ کو حاضر و ناظر جان کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا جائے۔

قصور کس کا

اگر کسی کو نماز میں آپ ﷺ نظر نہ آئیں تو یہ اس کی اپنی نظر کا قصور ہے۔ شان رسالت و مقام نبوت میں خامی ہرگز نہیں۔ ایسوں کو تو اللہ تعالیٰ و فرشتے و کراماً کاتبین و جنات وغیرہ اور بہت سی چیزیں نظر نہیں آتیں۔ تو کیا ان کا بھی انکار کر دیں گے؟ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر خود نہیں دیکھ سکتے تو دیکھنے والوں کی بات مان لیں۔

حاضر ناظر اور غیر مقلد

نواب آف غیر مقلد نے سرکار دو عالم ﷺ کو نماز میں حاضر ناظر مانتے ہوئے لکھا ہیں وبعضے از عرفا قدس سرهم گفته اند که ایں خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیه است علیه الصلوٰة والسلام در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در ذوات مصلیان موجود و حاضرست پس مصلی باید که ازین معنی آگاه باشد و ازیں شهود غافل نه بود تا به انوار قرب و اسرار معرفت منور و فائض گردد آری۔ (مسک الختام ج 1، ص 460)

ترجمہ: اور بعض عارف حضرات قدس سرہم فرماتے ہیں کہ التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اس وجہ سے ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی حقیقت موجودات کے ذرے ذرے میں اور ممکنات کے ہر فرد میں جاری و ساری ہے پس حضور پرنور ﷺ نمازیوں کی ذاتوں میں موجود و حاضر ہیں تو نمازی کو چاہیے کہ وہ اس معنی سے باخبر ہو اور حضور پرنور ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے سے غافل نہ رہے تا کہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے منور ہو کر اس مقام پر فائض ہو جائے۔ نواب صاحب نے اپنی دلیل کو پکا کرنے کے لیے یہ شعر بھی لکھا ہے۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست　　　می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

ترجمہ: محبت کی راہ میں دوری و نزدیکی کا کچھ تعلق نہیں۔ آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ

رہا ہوں آپ کو دعا دے رہا ہوں اور سلام عرض کر رہا ہوں۔ (مسک الختام ج 1، ص 460)

حاضر و ناظر اور دیو بندی

سرکار کی حقیقت و اصلیت پوری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ صرف دیو بندی کتب کے حوالے پیش خدمت ہیں۔ عطر الوردہ ص 19,18 و ص 22، نشر الطیب ص 7,6، آفتاب نبوت مکمل کتاب، الشہاب الثاقب ص 47, 54, 55، بانی مدرسہ دیو بند، نانوتوی صاحب کا عقیدہ نبی کریم ﷺ زیادہ نزدیک ہے۔ مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے (آب حیات ص 58) لہٰذا جو مومن ہو وہ نبی کریم ﷺ کو اپنی جان سے بھی زیادہ نزدیک جانے اور جو مومن نہیں وہ جو کہتا پھرے اس کی مرضی۔ نانوتوی صاحب دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں۔ (تحذیر الناس ص 17) اس سے ثابت ہوا کہ آپ اپنی امت کی جانوں سے بھی ان کے زیادہ قریب ہیں امتی اس بات کو تسلیم کرتا ہے اور جو امتی نہیں وہ جو کہے اس کی مرضی۔ یہ دونوں حوالے دیو بندیوں کے لیے تازیانہ عبرت ہیں۔

امام اعظم دیو بند، گنگوہی صاحب کا عقیدہ واقرار، میرا حاجی صاحب کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا۔ کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی۔ حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا۔ (تذکرۃ الرشید ج 2، ص 197، امداد المشتاق ص 198) عثمانی صاحب کا عقیدہ کہ نبی کریم ﷺ کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے (تفسیر عثمانی ص 542) علماء دیو بند کے پیرو مرشد کا عقیدہ مجلس میلاد میں حضور پر نور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے۔ کیونکہ یہ امر عقلاً ونقلاً ممکن ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ رہا سوال اور شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا۔ یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ ضعیف شبہ ہے۔ آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے۔ اس کے آگے یہ ایک ادنی سی بات ہے۔ ہر

حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے (کلیات امدادیہ ص 70) نیز حاجی صاحب کا حکم ہے کہ (ہر دیوبندی) آنحضرت ﷺ کی صورت مثالیہ کا تصور کر کے درود شریف پڑھے (کلیات امدادیہ ص 36 و 51) گنگوہی صاحب نے لکھا ہے کہ مرید جہاں بھی ہوگا۔ خواہ قریب ہو یا بعید، گو شیخ کے جسم سے دور ہے۔ لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں (امداد السلوک ص 67، الشہاب الثاقب ص 61) نیز لکھا ہے کہ شیخ کو اپنے قلب میں حاضر مان کر بزبان حال سوال کرے۔ (امداد السلوک ص 68)

تصور شیخ کے بارے میں لکھنوی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ جائز ہے اکابر اس عمل کو نیت پاک سے کرتے تھے، شاہ ولی اللہ نے قول جمیل میں اس پر زور دیا ہے (مجموعۃ الفتاوی ج 3، ص 132) اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے لکھا ہے، عارف کو ہر حالت میں...... خدا کو دیکھنے سے اور خدا کا دیکھنا دوسری چیزوں میں دیکھنے سے نہیں روکتا۔ (کلیات امدادیہ ص 27) نیز مراقبہ توحید صفائی کرنے والا...... زمین سے عرش تک تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے (کلیات امدادیہ ص 34) نیز بحری جہاز کو بچانے کے لیے حاجی صاحب اور مولوی محمد ادریس صاحب سمندر میں حاضر اور (مددگار) ہو گئے (امداد المشتاق ص 141، وشمائم امدادیہ ص 100) نیز جہاں نظر کرو (حاجی) امداد اللہ ہے (امداد المشتاق ص 86، شمائم امدادیہ ص 67) ہر قبر میں سرکار کی جلوہ گری ہوتی ہے (مظاہر حق ج 1، ص 69) حاجی صاحب کا اور تھانوی صاحب کا عقیدہ کہ ہندو چودہ طبق کا ناظر تھا (شمائم امدادیہ ص 157 و امداد المشتاق ص 70) تھانوی صاحب کا اقرار کہ ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع (طے) کر جاتا ہے (حفظ الایمان ص 5) نیز تھانوی صاحب کا اقرار کہ محمد الحضرمی متوفی 970ھ نے تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے۔ اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔ (جمال الاولیاء ص 188) نیز تھانوی صاحب کا قول و اقرار کہ "محمد الشربینی...... کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد ہند میں اور کچھ بلاد تکرور میں تھی آپ ایک وقت

میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے۔ اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس ہیں (جمال الاولیاء ص 202) نیز تھانوی صاحب کا عقیدہ کہ اولیاء دور دراز والے شہروں وملکوں کو دیکھ لیا کرتے ہیں (جمال الاولیاء ص 24) لمحہ فکریہ جو لوگ حضور ﷺ کو باذن اللہ حاضر وناظر ماننے والوں پر کفر وشرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے اکابر پر بھی یہ فتویٰ لگائیں مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ہم نواؤں کا عقیدہ ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کا خیال اپنے بیل اور گدھے کے تصور سے زیادہ برا ہے۔ (صراط مستقیم ص 150) ایسے برے عقیدے سے اور ایسے لوگوں سے خدا کی پناہ۔ کیونکہ جس وقت کسی کو یاد کیا جاتا ہے تو اس کا تصور خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ جب پیارے حبیب کریم ﷺ کو یاد کریں گے تو ان کا تصور کیسے نہیں آئے گا؟ وہابیوں کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں بلکہ یہ عقیدہ ان کا خود ساختہ ہے۔ امام بخاری وغیرہ محدثین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نماز کی حالت میں صحابہ کرام نے نہ صرف آپ کا تصور کیا بلکہ اپنا رخ سرکار کی طرف کرلیا تھا۔

(بخاری ج1 ص93)

امام حسن وامام حسین آپ کے کندھوں پر بیٹھ جاتے حالانکہ آپ نماز میں ہوتے، اور آپ اپنی نواسی بی بی امامہ کو نماز کی حالت میں اٹھائے ہوئے ہوتے تھے (بخاری شریف ومسک الختام ج1 ص 317) جب تصور سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو مندرجہ بالا حالت کا عالم کیا ہوگا؟ کیا حضور ﷺ کی نمازیں فاسد تھیں؟ مولوی وحید الزمان غیر مقلد نے تو یہ بھی لکھ مارا ہے کہ کتا اٹھا کر نماز پڑھ لو، نماز جائز ہو جائے گی۔ (نزل الابرار حصہ اول ص 30)

سوال: کیا نماز کے بعد دعا مانگنے کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ سلطان المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تو نماز سے فارغ ہو جا تو دعا مانگنے میں لگ جا۔ (تفسیر مظہری ج10، ص 294، تفسیر خازن ومدارک ج4، ص 390، تفسیر کشاف ج4،

ص 772، تفسیر ابن کثیر ج 4، ص 526 وتفسیر روح المعانی ج 15، ص 307، تحت آیت، بخاری ج 2، ص 739 حاشیہ 4۔ وعن قتادہ تفسیر احکام القرآن ج 3، ص 474 وعن قتادہ و الضحاک ومقاتل، تفسیر کبیر ج 11، ص 209 وتفسیر جلالین ص 502)

حضرت شیخ یعقوب چرخی نقشبندی نے فرمایا ہے چون بندہ نماز بگذارد، ودعا نکند نماز اورا ابروئے او باز زنند (تفسیر یعقوب چرخی ص 57 تحت آیت) جب بندہ نماز پڑھتا ہے اور دعا نہیں مانگتا تو اس کی نماز اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

غیر مقلد اور دعا بعد نماز

حضور ﷺ اور جملہ اصحاب کرام نماز کے بعد دعا مانگتے تھے۔ غیر مقلدوں کے رہنما مولوی نذیر حسین کے فتوے کا خلاصہ ملاحظہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں کہ بعد نماز فرائض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر دعا مانگے ...... تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹائے۔ راہ الحافظ ابو بکر بن السنی (فتاویٰ نذیریہ ج 1، ص 566)

(۲) حضرت اسود عامری کے باپ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ جب حضور اکرم ﷺ نے سلام پھیرا تو رخ انور ہماری طرف کیا۔ اور آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔ رواہ الحافظ ابو بکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ (فتاویٰ نذیریہ ج 1، ص 566) (۳) محمد بن یحییٰ اسلمی سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھوں کو مگر جب کہ فارغ ہوتے نماز سے۔ امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ان کی رفع الیدین فی الدعا میں مکمل کتاب ہے (فتاویٰ نذیریہ ج 1، ص 566) (۴) حضرت عبد اللہ بن زبیر نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے پوری نماز پڑھنے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شروع کر دی۔ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے (رواہ الطبرانی، مجمع الزوائد قلمی ج 4، ص 324، کتاب الادعیہ، فتاوی نذیریہ ج 1، ص

567,566، مع حاشیہ نمبر 1)

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا۔ جب تم صبح کی نماز پڑھ لوتو دعا کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور ضروریات کی طلب میں جلدی کرو۔ (کنز العمال ج 1، ص 175، بحوالہ صحیح مسلم وابوداؤد ونسائی وغیرہ حاشیہ فتاویٰ نذیریہ ج 1، ص 567، ترمذی ج 2، ص 172 میں حضرت عمر سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور ابوداؤد ج 1، ص 209 پر حضرت سائب سے روایت کہ حضور ﷺ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ اور نسائی ج 1، ص 197 وابوداؤد ج 1، ص 211 پر ہے کہ آپ ﷺ نماز کے بعد دعا کرتے تھے اور ابن ماجہ ص 284 پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم ہے۔

نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن خان کی تحقیق دعا بعد نماز کے بارے ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں۔ (۱) زیرا کہ ثابت شدہ کہ بعد نماز رومے کرد طرف اصحاب خود پس آنچہ از دعا بعد نماز آمدہ محمول ست بر آن کہ بعد اقبال بر اصحاب مے کرد۔ ترجمہ: یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد اپنا چہرہ اقدس اپنے اصحاب کی طرف کر دیتے تھے پس نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت آپ کا یہی طرز عمل ہے (مسک الختام ج 1، ص 481) (۲) رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ کو فرمایا، اُوْصِیْكَ یَا مَعَاذُ لَا تَدَعَنَ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ اَنْ تَقُوْلَ۔ اے معاذ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد دعا کو نہ چھوڑنا بلکہ دعا مانگتے رہنا۔ اس کے تحت نواب آف غیر مقلد نے لکھا ہے۔ ولفظ کل صلاۃ عام است از مکتوبہ ونافلہ وظاہر اول است و درین جا دلالت ست بر مشروعیت دعا بعد نماز فرض۔ ترجمہ: کل صلاۃ کا لفظ عام ہے یعنی نماز فرض ونماز نفل کے بعد دعا مانگنے کے حکم کے لیے لیکن اس سے فرض کے بعد دعا مانگنا ظاہر ہوتا ہے۔ اس حدیث میں فرض نماز کے بعد دعا مانگنے کا شرعاً ثبوت موجود ہے۔ (مسک الختام ج 1، ص 481) (۳) نواب آف غیر مقلد نے تیسری جگہ لکھا

ہے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے۔ بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلَاۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ۔ مصنف نے فتح الباری میں فرمایا ہے اس ترجمہ میں اس کا رد ہے جو کہتا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا درست نہیں (مسک الختام ج 1، ص 481) (۴) نواب آف غیر مقلد دعا کے منکروں خصوصاً حافظ ابن قیم کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ دعوئ نفی مطلق مردود دست دعا کی نفی کا دعوی بالکل مردود ہے (۱) حضرت معاذ کی صحیح حدیث ابھی گزری ہے (۲) ابوبکرہ کی حدیث میں ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اِلٰی آخِرِہٖ۔ اس دعا کو حضور ﷺ ہر نماز کے بعد مانگتے تھے (احمد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے) (۳) حضرت زید بن ارقم کی حدیث میں ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ یہ دعا نماز کے بعد مانگتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْئٍ اِلٰی آخِرِہٖ (ابوداؤد و نسائی) (۴) حضرت صہیب کی مرفوع حدیث میں ہے۔ کہ آپ جب نماز سے انصراف فرماتے تو یہ دعا مانگتے۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیْ۔ الحدیث (نسائی ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے نواب آف غیر مقلد نے لکھا ہے کہ ترمذی شریف میں حضرت ابوامامہ کی روایت میں ہے عرض کیا گیا، یارسول اللہ ﷺ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا درمیانی رات کی اور فرض نماز کے بعد کی دعا۔ امام حسن اور طبری امام جعفر بن محمد صادق سے روایت لاتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد والی دعا نماز نفل کے بعد والی دعا سے زیادہ افضل ہے جس طرح فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے (مسک الختام ج 1، ص 482) (۵) ہر دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنی ثابت ہے دعا کے بارے میں ایک سو حدیث موجود ہے (مسک الختام ج 2، ص 181) (۶) بلکہ ثابت شدہ است رفع یدین وے در دعا در مواطن دیگر غیر از استسقا وھی اکثر من ان تحصر۔ ترجمہ: بلکہ ثابت ہو گیا ہے دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا استسقا کے علاوہ دوسری جگہوں پر اور یہ حدیثیں حصر و شمار سے زیادہ ہیں۔ میں نے صحیحین سے تین سو کے قریب حدیثیں جمع کی ہیں۔ (مسک الختام)

مولوی شرف الدین غیر مقلد سترہ حدیثوں سے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا ثبوت پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بعد نماز فرائض ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل دونوں سے ثابت ہے اور دوام کی تلاش لغو ہے ورنہ مانع کو بھی اپنے طریق یعنی سلام پھیرتے ہی اٹھ بھاگنے کا پہلے ثبوت پھر دوام کا ثبوت دینا ہوگا...... جب ساری باتیں ثابت ہو چکی ہیں تو اب ہیئت کذائیہ (موجودہ طریقے) کی بچ فضول ہے اور صرف بہانہ بازی ہے، جو لغو ہے، سنت سے بعد فرائض ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اوپر ثابت ہو چکا، امام کے ساتھ دعا کرنا بھی سورۃ فاتحہ کے بعد آمین...... کہنے پر اشارہ ہے نیز جماعت میں قبولیت کی امید زیادہ ہے اور اس میں اتحاد و محبت و اتفاق کا زیادہ ہونا بھی ہے۔ صحیح بخاری کی طویل حدیث میں ہے کہ جب بہت لوگ مل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرتا ہے کہ وہ کیا مانگتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں کہ وہ جنت مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم گواہ رہو میں نے ان کو بخش دیا۔ (مشکوۃ ج 1، ص 197) یہ فائدہ جماعت میں مل کر دعا مانگنے کا ہے۔ خصوصاً بعد فرائض خصوصاً برفع یدین خصوصاً جماعت کے ساتھ مل کر دعا کرنے میں اور اگر ایسے ہی بے فائدہ حجت بازی سے یا مطالبہ دوام یا ہیئت کذائیہ کے عذر سے ٹالیں گے تو پھر جن سنتوں پر وہ عمل کرتے ہیں ان پر بھی یہی اعتراض ہوگا۔ مثلاً بعد تکبیر تحریمہ، دعائے ثنا و تسبیحات رکوع و سجود۔ الغرض ہر ایک ذکر و دعا مع ہیئت کذائیہ بالدوام ایسے ہیں اور بھی بہت سی سنتیں ہیں جن پر عمل عموماً اہل حدیث کا ہے، مگر یہ ہیئت کذائیہ دوام و لزوم کا ثبوت صریح نہیں۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی، فتاوی ثنائیہ ج 1، ص 504,503)

مفتیان نجد کا فتوی

نجدیوں کے بڑے مفتی عبدالعزیز بن باز اور اس کی کمیٹی کے ارکان دعا کے بارے میں لکھتے ہیں۔ مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے کسی بھی وقت دعا کرنا اور اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کرنا درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ

(الغافر:60) اور تمہارے رب نے فرمایا ہے۔ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور فرمایا وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ:186) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں (تو فرما دیجئے کہ) میں قریب ہوں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ دعا ہی عبادۃ ہے۔

(فتاویٰ دارالافتاء سعودی عرب ج 2، ص 335,334)

نماز کے بعد دعا کے کچھ اور دلائل ملاحظہ ہوں۔ بخاری شریف ج 2، ص 937 پر بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ ہے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ اَیِ الْمَكْتُوْبَةِ وَ فِیْ هٰذِهِ التَّرْجَمَةِ رَدٌّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ اَنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ لَا یُشْرَعُ

یہ باب ہے فرض نماز کے بعد دعا مانگنے کا اور اس باب میں رد ہے اس کا جس نے یہ گمان کرلیا ہے کہ نماز کے بعد دعا مشروع نہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَ دُبُرَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَاتِ۔

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض ہوا کہ کون سے وقت کی دعا زیادہ سنی جاتی ہے ارشاد ہوا نصف شب اور فرض نماز کے بعد کی۔ (ترمذی، ج 2، ص 187، مشکوٰۃ ص 89)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

حضور ﷺ ہمیشہ ہر فرض کے بعد دعا مانگتے تھے (آپ کی دعا یہ تھی) اللہ کے سوا کوئی

معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لیے ہے ملک اور اس کے لیے ہے ہر تعریف اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اے اللہ جسے تو عطا فرمائے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور تیرے چاہے بغیر مال دار کو مال نفع نہیں دے سکتا۔ (بخاری ج 1، ص 117، ج 2، ص 937، بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، مسلم ج 1، ص 218، مشکوٰۃ ص 88، وفی روایۃ للنسائی ج 1، ص 197، اِذَا قَضَی الصَّلٰوةَ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ الخ ابوداؤد ج 1، ص 211) یعنی جب آپ نماز ادا کر لیتے تو یہ دعا مانگتے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو تین بار استغفار پڑھتے اس کے بعد دعا مانگتے، اے اللہ تو سلام ہے اور تجھ سے سلام ہے برکت والا ہے تو اے ذوالجلال والاکرام (مسلم ج 1، ص 218، مشکوٰۃ ص 88، نسائی ج 1، ص 192)

استغفار کا معنی ہے بخشش کی دعا مانگنا یعنی نماز کے بعد تین بار بخشش کی دعا مانگنا اور اس کے بعد اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ والی دعا مانگنا سنت ہے جو اس پر عمل نہیں کرتا وہ تارک سنت ہے۔ لہٰذا نماز کے بعد دعا مانگ کر سنت پر عمل کریں۔

سوال: ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا چاہیے؟

جواب: حضرت عکرمہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ سوال (دعا) کرنے کے آداب یہ ہیں کہ تم اپنے ہاتھوں کو کندھوں یا ان کے قریب تک اٹھاؤ...... اور دعا میں عاجزی اور مبالغہ یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو لمبا کرو...... اور ابن عمر کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں اپنے دست مبارک سینہ تک اٹھاتے تھے (مشکوٰۃ ص 196، مسک الختام ج 2، ص 183) تطبیق یہ ہے کہ کم از کم سینے تک اور زیادہ سے زیادہ کاندھوں تک دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جائیں صحابہ کرام کا دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کی حد

بتانا یہ ثابت کرتا کہ حضور ﷺ دعا مانگتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اس کی مزید چند دلیلیں ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثُمَّ تَقْنَعُ يَدَيْكَ يَقُوْلُ تَرْفَعُهُمَا اِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ وَ تَقُوْلُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَذَا وَ كَذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَهُوَ خِدَاجٌ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ نماز کے بعد اپنے ہاتھ (دعا کے لیے) اٹھائے راوی کہتے ہیں پھر یہ فرمایا ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کر اور تیری ہتھیلی کا رخ تیرے چہرہ کی جانب ہو پھر اس طرح کہہ اے میرے رب اے میرے رب اور جس نے ایسا نہ کیا تو وہ ایسا ویسا ہے اور اس کی نماز ناقص ہے۔ یعنی نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگے۔ نہ مانگے گا تو وہ ایسا ویسا بنے گا۔

دلیل دوم: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ (مشکوٰۃ ص 195)

رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے تو ان کو منہ پر پھیرے بغیر نہ چھوڑتے تھے، محمد بن مثنیٰ کی روایت میں ہے کہ لوٹاتے اپنے ہاتھوں کو حتی کہ پھیرتے ان کو اپنے منہ پر (ترمذی ج 2، ص 176، بَابُ مَا جَاءَ فِيْ رَفْعِ الْاَيْدِيْ عِنْدَ الدُّعَاءِ

دلیل سوم: حضرت محمد بن المثنی اپنی روایت میں فرماتے ہیں۔

لَمْ يَرُدَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ (ترمذی ج 2، ص 176، مشکوٰۃ ص 195)

یعنی حضور ﷺ جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں چہرہ مبارک پر پھیرے بغیر نہ لوٹاتے۔

دلیل چہارم: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

دَعَا النَّبِیُّ ﷺ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ وَرَأَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْہِ (بخاری ج 2، ص 938، بَابُ رَفْعُ الْاَیْدِیْ فِی الدُّعَاءِ)

نبی ﷺ نے دعا کی اور آپ نے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

دلیل پنجم: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

رَفَعَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ

(بخاری ج 2، ص 938)

نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا، یا اللہ میں اس فعل سے بری ہوں جو خالد نے کیا۔

نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے در وے رد ست بر کسے کہ مے گوید برداشتہ نمے شود، دستہا در دعا جز در استسقا۔ اس حدیث میں اس کا رد ہے جو کہتا ہے کہ نماز استسقا کے بغیر حضور ﷺ نے کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھائے۔ (مسک الختام ج 2، ص 181)

دلیل ششم: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

اَلنَّبِیُّ ﷺ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی رَأَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْہِ (بخاری، ج 2، ص 938)

نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

حضرت عمر فاروق، حضرت محمد بن مثنیٰ، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات سے ثابت ہوا کہ نماز کے بعد والی دعا کے علاوہ بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا سنت رسول اللہ ﷺ ثابت ہے۔ لہٰذا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگا کریں۔ تاکہ سنت پر عمل ہو جائے۔

دلیل ہفتم: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جمعہ

کے روز بارش کے لیے درخواست پیش کی۔

فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ يَدْعُوا وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللهِ يَدْعُوْنَ (بخاری ج 1،ص 140)

رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور دعا کرنے لگے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کی دعا میں شریک ہو کر اجتماعی دعا مانگ لینا بھی سنت ہے۔

دلیل ہشتم: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

رَأَيْتُ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بِيَاضَ اِبْطَيْهِ

میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو آپ اٹھاتے تھے اپنے ہاتھوں کو دعا میں یہاں تک کہ دیکھی جاتی تھی آپ کے بغلوں کی سفیدی۔ (مسلم ج 1،ص 293، مشکوٰۃ ص 196)

دلیل نہم: حضرت مالک بن یسار فرماتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا کہ جب تم اللہ سے مانگو تو ہتھیلیوں کا رخ چہرہ کی طرف رکھو اور ہاتھوں کی پشت تمہارے چہرہ کی طرف نہ ہو۔

(ابوداؤد ج 1،ص 209، مشکوٰۃ ص 195)

دلیل دہم: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

سَلُوا اللهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْئَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ (ابوداؤد ج 1،ص 209، مشکوٰۃ ص 195)

دعا مانگو اللہ سے ہاتھوں کے اندرونی طرف سے اور نہ دعا مانگو ہاتھوں کے بیرونی طرف سے پس جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو چہرہ پر پھیر لو۔

دلیل یازدہم: حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا (ابن ماجہ ص 284، مشکوٰۃ ص 195)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک تمہارا رب حی و کریم ہے جب بندہ دعا کے لیے اس

کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کو حیا آتی ہے کہ وہ بندہ کے ہاتھوں کو خالی واپس کر دے۔ پھر دعا نہ مانگنا بد نصیبی نہیں تو اور کیا ہے؟

دلیل دوازدہم: سائب نے اپنے باپ یزید سے روایت کی ہے کہ

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ یَدَیْہِ مَسَحَ وَجْھَہٗ بِیَدَیْہِ

(ابوداؤد ج 1، ص 209، مشکوٰۃ ص 196)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب دعا مانگتے تو اپنے ہاتھ بلند کر لیتے (دعا کے بعد) ان کو اپنے چہرہ انور پر پھیر لیتے۔

دلیل سیزدہم: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِذَا دَعَوْتَ اللہَ فَادْعُ بِبُطُوْنِ کَفَّیْکَ وَلَا تَدْعُ بِظُھُوْرِ ھِمَا فَاِذَا فَرَغْتَ فَامْسَحْ بِھِمَا وَجْھَکَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ جب تو اللہ سے دعا مانگے تو دعا مانگ اپنے ہاتھوں کے اندرونی طرف سے اور ان کی پشت والی طرف سے دعا نہ مانگ پس جب دعا سے فارغ ہو لے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لے۔ (ابن ماجہ ص 284)

سوال: نماز کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب: نماز کے بعد امام اور مقتدی مل کر دعا مانگتے ہیں اور بعض لوگ اس دعا کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ مل کر دعا مانگنا ثابت ہو چکا ہے کچھ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے جمعہ کے روز بارش کے لیے درخواست پیش کی۔ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَدَیْہِ یَدْعُوْا وَرَفَعَ النَّاسُ اَیْدِیَھُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَدْعُوْنَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی شروع کی اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے۔ (بخاری ج 1، ص 140)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کے ساتھ مقتدیوں کا دعا مانگنا عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چلا آ رہا ہے۔ مگر دیدۂ کور کو کیا آئے نظر وہ کیا دیکھے۔ اگر مقتدیوں کا امام کے ساتھ دعا

مانگنا جائز نہ ہوتا تو حضور ﷺ انہیں روک دیتے۔

دلیل نمبر 2: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذیل والی روایت سونے پر سہاگہ کا کام دیتی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا یَؤُمَّنَّ رَجُلٌ قَوْمًا فَیَخُصَّ نَفْسَہٗ بِالدُّعَاءِ دُوْنَھُمْ فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدْ خَانَھُمْ۔ ترجمہ: ایسا آدمی ہرگز امامت نہ کرے جو (نماز کے بعد) صرف اپنے لیے دعا کرے اور مقتدیوں کو فراموش کردے اگر اس نے ایسا کرلیا تو اس نے مقتدیوں کے ساتھ خیانت کی (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص 96، ترمذی نحوہ) حدیث مذکورہ کا آغاز اس کلمے سے ہوتا ہے لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ۔ یعنی ایسا کرنا کسی کے لیے حلال نہیں، جو ایسا کرے گا وہ خائن ہوگا۔ قارئین گرامی۔ جب امام مقتدیوں کے لیے دعا نہ مانگے تو وہ خائن بن جائے اور جو مقتدی بعد نماز دعا میں شریک نہ ہو اس کا ٹھکانہ کہاں ہو گا؟ پھر جو امام اور مقتدی بعد نماز بغیر دعا مانگے اٹھ کر چلے جاتے ہیں ان کا کیا بنے گا ان کو مندرجہ بالا حدیث سے سبق سیکھنا چاہیے۔ سورۂ مومن آیت 60 کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ ''اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہوچکا) ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت (دعا) سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے (ترجمہ مولوی محمد جوناگڑھی غیر مقلد) حضور پرنور ﷺ نے سورۂ مومن کی آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ دعا عبادت ہے۔ (ترمذی، ج2، ص 126، ابن ماجہ ص 280، مشکوٰۃ ص 194) معلوم ہوا دعا نہ مانگنے والے دراصل عبادت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اور جہنم کا راستہ جوڑ لیتے ہیں۔

دلیل نمبر 3: حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو خود مستجاب الدعوات تھے) فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پرنور ﷺ سے سنا ہے۔ یَقُوْلُ لَا یَجْتَمِعُ مَلَؤٌ فَیَدْعُوْا بَعْضُھُمْ یُؤَمِّنُ بَعْضُھُمْ اِلَّا اَجَابَھُمُ اللہُ۔ سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ کوئی جماعت جمع نہ ہوگی کہ ان میں سے کچھ دعا کریں اور باقی آمین کہیں مگر یہ کہ اللہ عزوجل ان کی دعا قبول فرمائے گا (المستدرک علی الصحیحین ج3، ص 347، مطبوعہ بیروت، فتاوی رضویہ جدید

ج 8،ص 523) نماز با جماعت پڑھنے والوں کے مجمع سے زیادہ بہتر اور کون سا مجمع ہوگا؟ اور حضرت ابوامامہ کی روایت گزر چکی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرض نماز کے بعد والی دعا زیادہ سنی جاتی ہے (ترمذی ج 2 ص 187، مشکوٰۃ ص 89) اور جو امام اپنے مقتدیوں کے لیے دعا نہ مانگے وہ خائن ہے۔ (مشکوٰۃ ص 96)

دلیل نمبر 4: امام محمد بن محمد الجزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ فرض نمازوں کے بعد (اجتماعی) دعا کرے۔ (حصن حصین اردو ص 36 مطبوعہ تاج کمپنی)

دلیل نمبر 5: امام مذکور فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کے (دینی) اجتماعات میں ان مسلمانوں کے ساتھ یا تنہا دعا کرے (حصن حصین، ص 36) تنہا کرے گا تو ان کی صدقے سے قبول ہو گی۔ ان کے ساتھ مل کر دعا کرے گا تو سبحان اللہ۔

دلیل نمبر 6: امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں علماء نے مجمع مسلمان کو اوقات اجابت (قبولیت دعا) سے شمار کیا ہے۔ حصن حصین میں سے وَاِجْتِمَاعُ الْمُسْلِمِیْنَ (حصن حصین اوقات الاجابۃ ص 23، مطبوعہ لکھنو) یعنی مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے ہونا حدیث صحاح ستہ سے مستفاد ہے (فتاوی رضویہ جدید ج 8 ص 523)

دلیل نمبر 7: امام کعبہ علامہ امام علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔ ثُمَّ کُلُّ مَا یَکُوْنُ الْاِجْتِمَاعُ فِیْهِ اَکْثَرُ کَالْجُمُعَةِ وَالْعِیْدَیْنِ وَ عَرَفَةَ یَتَوَقَّعُ فِیْهِ رَجَاءُ الْاِجَابَةِ اَظْهَرُ۔

ترجمہ: پھر ہر ہونے والا اجتماع جس میں مجمع کثیر ہو۔ جیسے جمعہ وعید وعرفات ان میں اجابت دعا کی امید غالب و اظہر ہے۔ (حرز ثمین، فتاوی رضویہ جدید ج 8، ص 523) جماعت پنجگانہ کے وقت دعا سے محروم ہو جانا ہماری دانست سے باہر ہے جب کہ فرض نماز کے بعد کی دعا زیادہ قابل سماعت ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

سوال: کیا اجتماعی دعا کو غیر مقلد بھی تسلیم کرتے ہیں؟

جواب: غیر مقلد تسلیم کریں یا نہ کریں کچھ فرق نہیں پڑتا سچ، سچ ہے۔ لیکن ان کے مولوی محی الدین غیر مقلد نے لکھا ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لوگ اکٹھے ہو کر دعا کریں اور

بعض آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔
(فقہ محمدیہ حصہ ہفتم ص 65، مطبوعہ ملک سراج دین لاہور)

دلیل نمبر 2، مذکور لکھتے ہیں، قبول ہوتی ہے دعا...... وقت جمع ہونے مسلمانوں کے۔
(فقہ محمدیہ، حصہ 3، ص 10)

دلیل نمبر 3: یہی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ قبول ہوتی ہے دعا...... ذکر کی مجلسوں میں (فقہ محمدیہ حصہ 3 ص 10) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ ترجمہ، میرے ذکر کے لیے نماز قائم رکھیں۔ پھر جلیسان نماز کی دعا بعد نماز قبول کیوں نہ ہوگی؟

دلیل نمبر 4: نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن نے دعا کی قبولیت کے احوال میں ایک حالت یہ بھی تحریر فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں واجتماع مسلمین۔ یعنی مسلمانوں کے اجتماع کے وقت دعا قبول ہوتی ہے (یعنی ان کی اجتماعی دعا کی اجابت یقینی ہے۔ (مسک الختام ج 4 ص 262) مسلمانوں کے نزدیک ہر اجتماع سے بہتر اجتماع نماز باجماعت والا ہے اور (ترمذی شریف، ج 2، ص 187) میں حضرت ابوامامہ کی روایت کے مطابق ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ فرض نماز کے بعد والی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فلہذا اضد کو چھوڑ کر بعد نماز اجتماعی دعا مانگیں اور مرادیں حاصل کریں۔

دلیل نمبر 5: غیر مقلدوں کے مولوی محمد صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ وَاِلٰہُ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ وَاِلٰہِ جِبْرَئِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ اِلٰی آخِرِہٖ۔ اے اللہ میرے معبود، ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے معبود اور جبرئیل، میکائیل و اسرافیل کے معبود میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں میری دعا قبول فرما۔ تو خدا تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو نہیں پھیرتا نامراد۔ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منہ پھیر

کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ معلوم ہوا کہ امام کا سلام پھیر کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا درست ہے (صلاۃ الرسول ص 312) غیر مقلد وہابی اس حدیث پر عمل کر کے دکھائیں تو بات بنے۔

دلیل نمبر 6: نواب آف غیر مقلد میاں صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد اپنے اصحاب کی طرف چہرہ مبارک کر لیتے تھے پس یہ جو نماز کے بعد دعا مانگنے کا عمل ہے اس پر محمول ہے کہ آپ (دعا مانگنے کے لیے) اصحاب کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے (مسک الختام ج 1، ص 481) نماز کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت کے بعد بھی دعا نہ مانگنا یا اس پر اعتراض کی مالا جپنا اپنی ضد کو ہوا دینا دراصل شیخ نجدی کی شریعت پر عمل پیرا ہونا ہے کیونکہ نماز کے بعد دعا مانگنے پر سب سے پہلے پابندی لگانے والا شیخ نجدی ابن عبدالوہاب ہے (الدرر السنیہ ص 54 وخلاصۃ الکلام ج 2، ص 231)

دلیل نمبر 7: نواب آف غیر مقلد نے حدیث شریف کے جملے وَخَرَجَ سَرعَانِ النَّاسُ کے تحت لکھا ہے۔ مراد گروھے کہ بعد از گزاردن نماز برائے ذکر و دعا توقف نہ کنند و شتاب از ھمہ پیش تر برایند۔ ترجمہ: جلدی نکلنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو نماز ادا کرنے کے بعد ذکر اور دعا کے لیے نہیں ٹھہرتے اور سب سے پہلے مسجد سے نکل جاتے ہیں (مسک الختام ج 1، ص 491) یعنی ان کا یہ عمل خلاف ادب ہے کیونکہ نماز کے بعد دعا مانگنا حضور اکرم نور مجسم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا محبوب عمل ہے چنانچہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی نماز کے بعد دعا مانگی اے اللہ، مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا عَجَّلْتَ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ۔ اے نمازی تو نے جلدی کی ہے۔ نماز کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ تو نماز پڑھنے کے بعد بیٹھ جاتا اللہ تعالیٰ کی شایان شان اس کی حمد وثنا کرتا پھر میری ذات پر درود پڑھتا پھر دعا مانگتا۔ راوی کہتا ہے اس آدمی کے بعد ایک اور شخص آیا نماز پڑھنے کے بعد اس نے حمد خدا کی اور نبی پاک

ﷺ پر درود شریف پڑھا تو آپ نے اسے فرمایا اَیُّھَا الْمُصَلِّیۡ اُدۡعُ تُجَبۡ۔ اے نمازی تو دعا مانگ تیری دعا قبول کی جائے گی (ترمذی ابوداؤد، نسائی نحوہ، مشکوٰۃ ص 86)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، حضور سید عالم ﷺ اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود تھے۔ نماز کے بعد میں بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ کی ثنا اور حضور ﷺ پر درود شریف پڑھا۔ ثُمَّ دَعَوۡتُ لِنَفۡسِیۡ۔ پھر اپنے لیے دعا مانگنے لگا۔ تو نبی پاک ﷺ فرمانے لگے۔ سَلۡ تُعۡطَہٗ سَلۡ تُعۡطَہٗ دعا مانگ تمہیں دیا جائے گا دعا مانگ تمہیں دیا جائے گا۔ (ترمذی مشکوٰۃ ص 87) یہ ہے اللہ عزوجل کا دین اور رسول کریم ﷺ کی شریعت اور ایمان والوں کا یقین۔ کہ نماز کے بعد نہ صرف دعا مانگیں بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور درود شریف پڑھیں اس کے بعد دعا مانگیں۔ اکیلا ہے تو اپنے لیے دعا مانگے اور اگر امام ہے تو اپنے مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شامل کرلے۔ اور اگر اس نے مقتدیوں کے لیے دعا نہ مانگی تو اس کا یہ عمل اس کے لیے حلال نہیں اور وہ امام امین نہیں بلکہ خائن ہے (مشکوٰۃ ص 96) غیر مقلدوں کے امام مولوی نذیر حسین دہلوی اور فتاویٰ ثنائیہ کا فتوی پہلے گزر چکا ہے اسے پھر دیکھ لیں حقیقت سامنے آجائے گی۔

سوال: کیا دیوبندی بھی بعد نماز دعا مانگنے کے قائل ہیں یا نہیں؟

جواب: ہم اس سوال کے جواب کے لیے آپ کو ان کے مدرسہ دیوبند میں لے چلتے ہیں وہاں سے پوچھ لیں چنانچہ دیوبند کے مفتی اول مولوی عزیز الرحمان عثمانی عیدوں کی نماز کے بعد دعا مانگنے کا فتوی دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہمارے حضرات اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، مدرس سابق مدرسہ ہذا اور حضرت مولانا محمود حسن صدر مدرس ہذا وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور احادیث سے بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔

(فتاویٰ مدرسہ دیوبندی ج 5، ص 190 مطبوعہ امدادیہ ملتان)

عثمانی صاحب ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تراویح کے ہر ایک ترویحہ میں تسبیح وتہلیل وغیرہ ادعیہ ماثورہ کا پڑھنا منقول ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا صرف بعد ختم جملہ تراویح یعنی بست رکعت معمول ہے پس ایسا ہی کرنا چاہیے۔ کَمَا وَرَدَ مَارَأَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ۔ (فتاوی مدرسہ دیوبند ج 4، ص 279)

ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے فتوؤں نے ہمیں یہ کہنے پر مجبور کر دیا ہے کہ

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

مسلمانو! نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا امام اور مقتدیوں کے لیے مستحب ہے لہٰذا اس ثواب سے اپنے آپ کو محروم نہ کریں۔ اور دین اسلام میں عدم دعا کی بدعت کی داغ بیل نہ ڈالیں۔ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کریں۔ اور اپنی جائز مراد اللہ پاک سے مانگ کر سنت پر عمل کریں۔

سوال: کیا ہاتھ اٹھا کر تین بار دعا مانگنا چاہیے؟

جواب: جب ایک بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے تو پھر تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیونکر ثابت نہ ہوگا؟ تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے دلائل کثیرہ سے چند ایک ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ مَكَّةَ يُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِنْ عَزْوَرَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ تَعَالٰى سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ وَ شَفَعْتُ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِيْ ثُلُثَ اُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَسَأَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ فَاَعْطَانِي الثُّلُثَ الْاٰخِرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ۔

روانہ ہوئے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کے لیے پس جب ہم پہنچے عزوراء کے قریب، حضور ﷺ اترے، پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی پھر لمبا سجدہ کیا، پھر کھڑے ہو کر (دوسری بار) دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے پھر لمبا سجدہ کیا پھر

کھڑے ہو کر (تیسری بار) دعا کے لیے دست مبارک دراز فرمائے پھر سجدہ میں چلے گئے (اس کے بعد) فرمایا میں نے اپنے رب سے دعا مانگی اور اپنی امت کی شفاعت کی تو (پہلی بار) اللہ تعالیٰ نے میری تہائی امت مجھے عطا فرما دی تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا، پھر (دوسری بار) امت کے لیے دعا کی تو میرے رب نے پھر تہائی امت میرے حوالے کر دی اور میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر (تیسری بار) امت کے لیے دعا کی تو پھر میرے رب نے تہائی امت میرے سپرد فرما دی اور میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ (ابوداؤد ج 2، ص 383، کِتَابُ الْجِهَادِ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ) ثابت ہوا کہ تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے۔ جو مسلمان تین بار دعا مانگتے ہیں وہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی امت کا مالک و مختار بنا دیا ہے اور امت کے جملہ معاملات آپ کو تفویض کر دیے ہیں، اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے علماء دیوبند کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کیا خوب فرمایا ہے شعر

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
پس اب چاہو ڈوباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ ﷺ

(گلزار معرفت مع کلمات امدادیہ)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کو حکم دیا ہے کہ اپنے گناہوں کو بخشوانے کے لیے آپ کے دربار میں آؤ اور ان کو اپنا شفیع بناؤ تو پھر تمہارے گناہ معاف کر دوں گا۔ اس کے لیے

قرآن مجید سورۃ النساء آیت 64۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِـيْمًا ﴿٦٤﴾ (ترجمہ) اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے اللہ کے حکم سے اور اگر کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آ جاتے آپ کے پاس

پھر مغفرت طلب کرتے اللہ سے اور مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول تو ضرور پاتے اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا (البیان)

آیت مندرجہ بالا بھی اس امر کی شاہد ہے کہ امت کا گزارہ رسول اللہ ﷺ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اور امت ہر حالت میں اپنے پیارے رسول ﷺ کی محتاج ہے۔

دلیل دوم: گلستان ص 3 (مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان) میں ہے کہ بندہ جب تیسری بار دعا کے لیے ہاتھ بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَا مَلَائِکَتِیْ قَدِ اسْتَحْیَیْتُ مِنْ عَبْدِیْ وَلَیْسَ لَہٗ غَیْرِیْ

اے میرے ملائکہ مجھے اپنے بندہ سے شرم آتی ہے اس کا میرے سوا کوئی نہیں میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں اور اس کی امید بر لاتا ہوں۔ (دعوتش را اجابت کردم و امیدش بر آوردم)

دلیل سوم: بخاری ج 2، ص 945 بَابُ تَکْرِیْرُ الدُّعَاءِ سے ثابت ہوتا ہے کہ بار بار دعا مانگنا جائز ہے۔ حاشیہ نمبر 7 کی عبارت ہے۔ وَھُوَ اَنْ یَدْعُوْا بِہٖ مَرَّۃً بَعْدَ اُخْرٰی یعنی بار بار دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضرورت طلب کرنے اپنی محتاجی ظاہر کرنے اور اپنی عاجزی وانکساری کو پیش کرنے کا اظہار ہے۔

دلیل چہارم، اسی حاشیہ میں فتح الباری ج 11، ص 230 سے مرقوم ہے کہ ابوداؤد و نسائی کی روایت ہے جس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تین بار دعا مانگنے کو اور تین بار استغفار کو پسند کرتے تھے۔

دلیل پنجم: حضرت مغیرہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ والی دعا کو تین بار مانگتے تھے (یَقُوْلُ عِنْدَ اِنْصِرَافِہٖ مِنَ الصَّلَاۃِ . . . ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (نسائی ج 1، ص 197)

سوال: کیا نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے؟

جواب: نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی ممانعت قرآن وحدیث میں کہیں نہیں آئی۔ البتہ دعا مانگنے کے جواز واستحباب کے دلائل بکثرت موجود ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ قرآن میں چار آیتیں (۱) پارہ 2 البقرہ آیت 186 (۲) پارہ 24 المومن آیت 60 (۳) پارہ 28 الحشر آیت 10 (۴) پارہ 25 الشوریٰ آیت 26 ہر وقت دعا مانگنے کے حکم کے لیے موجود ہیں اور (۵) سورہ الانشراح پارہ 30 کی آیت 8،7 میں فرض نماز کے بعد اور دوسری تفسیر کے مطابق ہر نماز کے بعد دعا مانگنے کا ذکر ہے (تفسیر مظہری ج 10 ص 294) اور جنازہ بھی فرض کفایہ ہے۔ لہٰذا اس کے بعد دعا مانگنے کا حکم اسے بھی شامل ہے۔ بلکہ قرآن میں تو دعا نہ مانگنے والوں اور دعا کا مذاق اڑانے والوں کے لیے دوزخ میں راندے پڑے رہنے کی وعید شدید موجود ہے۔ اس کے لیے دیکھیں (پارہ 18، المومنون آیت 108 تا 110) و پارہ 24 المومن آیت 60) حضور ﷺ نے غزوۂ موتہ کے شہداء کی نماز جنازہ کے بعد خود بھی دعا فرمائی ہے اور صحابہ کرام کو بھی دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ جلد 2، ص 81) اور صحابی رسول حضرت عوف بن مالک نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ کے بعد دعا فرمائی تو میں نے تمنا کی کہ کاش یہ میری میت ہوتی۔ (مسلم شریف ج 1، ص 311، ابن ماجہ 109، مشکوٰۃ 145، حاشیہ السندی علی المسلم ج 1، ص 311، شرح مسلم للنووی ج 1، ص 311) نبی کریم ﷺ جنازہ خود پڑھاتے اور مغفرت کے لیے دعا کرتے (حیاۃ صحابہ ج 2، ص 418 و نقوش رسول نمبر ج 2، ص 28 بحوالہ زاد المعارج 1، ص 145) نجاشی کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد آپ نے اس کے لیے دعا مغفرت فرمائی۔ (تفسیر خازن ج 1، ص 339، روح البیان ج 2، ص 155، تفسیر مظہری ج 2، ص 206، تفسیر جلالین ص 68، حاشیہ 27، البدایہ والنہایہ ج 3، ص 77) حضور ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد خالصتاً میت کے لیے دعا مانگنے کا حکم بھی دیا ہے۔ (ابوداؤد ج 2، ص 456، ابن ماجہ 109، مشکوٰۃ شریف ص 146) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ سے پہلے اور اس کے بعد صحابہ کرام نے دعا مانگی تھی۔ (بخاری شریف ج 1، ص 519 و 520،

بخاری اردو ج 2، ص 388، 391، فتح الباری ج 7، ص 26، 51، مسلم شریف عربی ج 2، ص 274، مسلم اردو ج 3، ص 505)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد پہنچے تو فرمایا تم نے نماز جنازہ تو پہلے پڑھ لی ہے اب دعا میں تو مجھ سے پہل نہ کرو۔ (طبقات ابن سعد ج 2، ص 311، المبسوط ج 2، ص 67) آپ نے فرمایا مجھے دعا میں شامل کرلو۔ یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر مانگتے تھے۔ صحابہ کرام ہاتھ اٹھائے ہوئے نہ ہوتے تو حضرت عبداللہ کو کیسے علم ہوتا کہ اب کیا کر رہے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے تھے۔ (کتاب المصنف ابن ابی شیبہ ج 2، ص 212) امام حسن بصری جب نماز جنازہ کے بعد پہنچتے تو اس کی بخشش کی دعا مانگتے (کتاب المصنف لابن ابی شیبہ ج 2، ص 240)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز و مستحب ہے، نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے والے آٹھ، دس سال کی پیداوار ہیں۔ خدا جانتا ہے اور لوگ گواہ ہیں کہ معترضین کے اکابر بلا جھجک نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا مانگا کرتے تھے دیوبندی حضرات کے مفتی اول مولانا عزیز الرحمن دیوبندی کے پاس بعد نماز جنازہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے بارے جو سوال آیا تھا۔ اس کا جواب مفتی صاحب نے یہ دیا ہے۔ **الجواب:** ایصال ثواب میں کچھ حرج نہیں ہے پس اگر بعد نماز جنازہ کے تمام لوگ یا بعض سورۃ اخلاص تین بار پڑھ کر میت کو ثواب پہنچادیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاوی مدرسہ دیوبند ج 5، ص 418 وص 434 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

نماز وتر تین رکعتیں

سوال: وتر کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب: وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ادا کرنی ہیں چنانچہ بخاری شریف ج 1، ص 135 کے حاشیہ نمبر 8 کے آخر میں ہے۔

خلاصہ ترجمہ: یہ کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مدینۃ المنورہ کے سات فقہاء کرام جو بزرگی اور فقہ اور صلاحیت میں اپنی مثال آپ تھے یعنی حضرت سعید بن مسیب، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت قاسم بن محمد، حضرت ابوبکر بن عبدالرحمان، حضرت خارجہ بن زید، حضرت عبیداللہ بن عبداللہ اور حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے میں نے حاصل کیا کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام کے بعد اور سلام آخری رکعت کے بعد ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوتِرُوْنَ بِثَلٰثٍ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے تو مسلمانوں کو تین رکعت وتر پڑھتے دیکھا ہے۔ (بخاری ج 1، ص 135، حاشیہ نمبر 8) کیوں نہ دیکھتے کہ خود امام الانبیاء والمرسلین وتر تین رکعت پڑھتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباس کی گواہی ملاحظہ فرمائیں۔

(۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں سوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے۔ مسواک کی، وضو کیا اور اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ختم سورہ تک پڑھی پھر کھڑے ہو کو دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام و رکوع و سجود کو طویل کیا پھر آرام فرمایا یہاں تک کہ سانس کی آواز آئی۔ یونہی تین بار چھ رکعتیں پڑھیں ہر بار مسواک و وضو کرتے اور ان آیتوں کی تلاوت فرماتے رہے۔ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ پھر وتر کی تین رکعتیں پڑھیں۔

(مسلم شریف ج 1، ص 261، نسائی شریف ج 1، ص 249)

(۹) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی ملاحظہ کریں۔

اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يُوْتِرُ بِثَلٰثِ رَكْعَاتٍ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْاُوْلٰى سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ وتر تین رکعت ادا کرتے تھے، پہلی رکعت میں

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری رکعت میں قُلْ یَآاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے اور دعائے قنوت رکوع سے قبل پڑھتے تھے۔

(نسائی شریف ج 1، ص 248)

(۱۰) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِى الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الْوِتْرِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ قُلْ يَآاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِى الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ

(نسائی، ج 1، ص 248)

(۱۱) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِى الْوِتْرِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَهِ قُلْ يَآاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِى الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وَلَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِىْ آخِرِهِنَّ۔

اور سلام بھی تیسری رکعت کے بعد پھیر تے تھے (نسائی ج 1، ص 249)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلٰثٍ يَقْرَأُ فِى الْاُوْلٰى سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِى الثَّانِيَةِ قُلْ يَآاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِى الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ (نسائی، ج 1، ص 249)

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت میں ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلٰثٍ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَ قُلْ يَآاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ (نسائی، ج 1، ص 249)

یعنی حضور ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى دوسری رکعت میں قُلْ يَآاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔

(۱۴) مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَنَّ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَاسْتَنَّ ثُمَّ تَوَضَّاَ . . . فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى صَلّٰى سِتًّا

ثُمَّ وَتَرَ بِثَلٰثٍ وَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ (نسائی ج1، ص249)

یعنی محمد بن علی نے اپنے باپ و دادا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو کھڑے ہوئے تو مسواک کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے پھر جاگے تو مسواک کیا پھر وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی یہاں تک کہ چھ رکعت نماز پڑھی پھر تین رکعت وتر پڑھے اور دو رکعت نفل پڑھے۔

(۱۵) سیدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک سوال کے جواب میں فرماتی ہیں۔ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا (لَا سَلَّمَ بَیْنَهُنَّ) رات کی نماز کے بعد آپ ﷺ تین رکعت (وتر) ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (نسائی شریف ج1، ص248، ابوداؤد ص189)

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک رکعت وتر صحیح نہیں ہیں اور ایک رکعت نماز کہیں نہیں ہے۔ ایک رکعت نماز کے رد میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس احادیث صحیحہ ہیں جن سے ایک رکعت وتر کا رد ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک روایت وہ ہے جس کو امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ (بخاری، ج1، ص135 حاشیہ نمبر 7)

رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ ذَکَرَهُ الْعَیْنِیُّ وَاَوْرَدَ رِوَایَاتٌ اُخَرَ اَیْضًا اور فرمایا۔ روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ (امام بخاری کے استاذ) نے حفص بن عمر حسن سے فرمایا اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ (بخاری ج1 ص135، حاشیہ نمبر 7)

مسلمانوں کا اجماع ہے اس پر کہ وتر تین رکعت ہیں اور سلام آخری رکعت کے بعد ہے۔ ابن ہمام نے فرمایا روایت کیا ہے حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ وَ کَذَا رَوَاهُ النَّسَائِیُّ عَنْهَا اِنْتَهٰی (بخاری ج1، ص135، حاشیہ نمبر 7)

رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور سلام آخر میں پھیرتے تھے الحمد للہ مسلمان آج تک وتر تین رکعت ادا کر کے سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہیں۔

سوال: نماز وتر میں پڑھی جانے والی دعا کا کوئی ثبوت ہے؟ (سائل مولوی نعمت اللہ پٹھان آف بنوں)

جواب: وتروں میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا ذکر کتب احادیث میں موجود ہے ان دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْكَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُكَ وَلَا نَکْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ یہ وہ دعا ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کی تھی (مراسیل ابو داؤد ص 8 مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 200) غوث اعظم سلطان بغداد محی الدین حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ کی مشہور کتاب (غنیۃ الطالبین عربی ج 2، ص 86 وارد وص 477 مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی) میں بھی وتروں میں پڑھی جانے والی اس دعا کا ذکر ہے۔ یہ وہ دعا ہے جو سرور کائنات ﷺ اور بزرگان دین سے ثابت ہے، مندرجہ بالا دعا کو غیر مقلدوں کے صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب "صلاۃ الرسول میں ص 362 پر نقل کیا ہے۔

سوال: ریا کاری کسے کہتے ہیں اور اس کا نقصان کیا ہے؟

جواب: لوگوں کے دکھاوے کے لیے جو عمل خیر کیا جائے وہ ریا ہے اور ریا کار کو ثواب نہیں ملتا۔ حضرت جندب کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو سنانے کے لیے (عمل) کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ سنوا کرے گا اور جو (عمل میں) دکھاوا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دکھاوا کرے گا۔ متفق علیہ (مشکوۃ ص 454) یعنی اسے سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ریا سے بچائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

اخیری زمانہ میں ایسے لوگ نکلے پھیریں گے جو دین کے بدلے دنیا طلب کریں گے لوگوں کو دکھانے کے لیے نرمی کے باعث بھیڑ کی کھال پہن لیں گے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھے غرور دکھاتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں؟ فَبِیْ حَلَفْتُ لَاَ بْعَثَنَّ عَلٰی اُوْلٰٓئِكَ مِنْھُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِیْمَ فِیْھِمْ حَیْرَانٌ مجھے اپنی قسم! کہ ان پر فتنہ مسلط کردوں گا جس سے ان کا عقل مند آدمی بھی حیران رہ جائے گا۔ (ترمذی مشکوٰۃ ص 455,454) اس حدیث سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو وعظ و نعت سنانے کے لیے منہ مانگے پیسے لیتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے ایک ایسی مخلوق پیدا کی ہے جن کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہیں اور ان کے دل مصبر سے زیادہ کڑوے ہیں۔ مجھے اپنی قسم ہے میں ان کے پاس ایسا فتنہ لاؤں گا کہ ان کا عقل مند و دانا بھی حیران رہ جائے گا۔ وہ مجھے غرور دکھاتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے (مشکوٰۃ ص 455) اس حدیث قدسی کے مصداق تبلیغی ریاکار نہیں تو اور کون ہیں؟

حضرت عمر، فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف نکلے تو حضرت معاذ بن جبل انہیں ملے جو نبی کریم ﷺ کی مزار پر انوار کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، حضرت عمر نے پوچھا آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ فرمایا کہ مجھے اس چیز نے رلایا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی آپ فرماتے تھے کہ بے شک تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ولی سے دشمنی رکھی تو وہ اللہ تعالیٰ کو جنگ کا چیلنج کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں، پرہیز گاروں اور گم نام لوگوں کو دوست رکھتا ہے، جو غائب ہوں تو ڈھونڈے نہ جائیں اور حاضر ہوں تو بلائے نہ جائیں اور نہ ہی قریب کیے جائیں ان کے دل ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں اور وہ گرد و غبار اور تاریکی سے نکلتے رہتے ہیں۔ (ابن ماجہ و شعب الایمان، مشکوٰۃ ص 455)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یقینا بندہ جب لوگوں کے سامنے اچھی طرح نماز پڑھے اور خلوت میں بھی اچھی طرح نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سچا بندہ ہے (ابن ماجہ ص 320، مشکوٰۃ ص 455)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لیے خیرات کی اس نے شرک کیا۔ (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص 455)

حضرت شداد، رو رہے تھے ان سے پوچھا گیا کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ کی ایک بات یاد آ گئی ہے...... وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر شرک اور خفیہ شہوت کا اندیشہ ہے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟

فرمایا ہاں، لَا یَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا وَثْنًا وَلٰکِنْ یُرَآءُ وْنَ بِاَعْمَالِھِمْ وَالشَّھْوَۃِ الْخُفْیَۃِ لیکن وہ سورج یا چاند یا پتھروں یا بتوں کو نہ پوجیں گے بلکہ اپنے اعمال کو دکھائیں گے اور خفیہ شہوت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں صبح کرے گا لیکن اپنی شہوت کی وجہ سے روزہ توڑ دے گا۔

(احمد شعب الایمان، مشکوٰۃ ص 456,455، ابن ماجہ ص 320)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم دجال کا ذکر کر رہے تھے۔ فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس کا تم پر مجھے دجال سے بھی زیادہ اندیشہ ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ فرمایا وہ شرک خفی ہے کہ آدمی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور دیکھنے والے کو اپنی نماز دکھانا چاہے۔ (ابن ماجہ ص 320، مشکوٰۃ ص 456) لہٰذا ہر عبادت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنی چاہئے۔

سوال: مسافر کون ہے اور وہ کس طرح نماز پڑھے؟

جواب: وطن دو قسم ہے (۱) وطن اصلی (۲) وطن اقامت۔ وطن اصلی وہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہوئی ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کر لی کہ اب وہاں سے جانے کا ارادہ نہیں ہے۔ وطن اقامت وہ جگہ ہے کہ وہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا ہے یا مسافر نے کہیں شادی کر لی یا اس کی دو بیویاں ساڑھے 85 کلو میٹر کے فاصلہ پر رہتی ہوں تو وہ ان تین مقام پر مقیم ہوگا۔ ان صورتوں میں پوری نماز پڑھے گا۔

مسافر وہ ہے جو ساڑھے پچاسی کلومیٹر سفر کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ چار رکعت والے فرض دو رکعت پڑھے۔ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی۔ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكَ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ۔ ترجمہ: جب تم زمین پر سفر کرو تو تم پر اس کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ یہ قصر اس وقت ہے جب اکیلا نماز پڑھے یا امام مسافر کا مقتدی ہو اگر امام مقیم کے پیچھے نماز پڑھی اگرچہ اخیری قعدہ میں شامل ہوا تو پھر پوری رکعتیں پڑھنی ہیں۔ اگر ہر دن گھر واپس لوٹنے کا ارادہ کرتا ہے مگر نہیں آسکتا تو وہ مسافر شمار ہوگا اگرچہ اسی حالت میں سالہا سال گزر جائیں اگر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو پھر نماز پوری پڑھنی ہے۔ بیوی اپنے شوہر کے تابع ہے فوجی وسپاہی اپنے سپہ سالار وحاکم کا تابع ہے نوکر اپنے آقا کا تابع ہے۔ قیدی قید کرنے والے کا تابع ہے۔ شاگرد جس کو استاد کی طرف سے کھانا ملتا ہے استاد کا تابع ہے۔ بیٹی جب تک اس کی شادی نہ ہو اور بیٹا جب تک خود مختار نہ ہو اپنے باپ کے تابع ہیں۔ ان کی اپنی نیت بیکار ہے جن کے یہ تابع ہیں ان کی نیت کا اعتبار ہے۔ جو ڈرائیور ساڑھے پچاسی کلومیٹر سے زیادہ سفر کرے وہ مسافر ہے گھر آکر پوری نماز پڑھے گا۔ (فجر کے فرض، مغرب کے فرض اور وتر اور چار رکعت والی سنتیں پوری پڑھنی ہیں) (بہار شریعت)

سوال: داڑھی منڈے یا چار انگل سے کم داڑھی والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن مجید کی آیت لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِیْ سے ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی کی شرعی مقدار کم از کم چار انگل ہے۔ اس سے کم داڑھی رکھنا خلاف شرع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اور ائمہ اطہار اولیاء عظام و علماء کرام کی داڑھی کی مقدار چار انگشت ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے اس سے کم رکھنے والا بڑا گنہگار اور اعلانیہ فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز فرض یا وتر اور تراویح پڑھنا اپنی نماز کو برباد کرنا ہے کیونکہ مندرجہ بالا مقدار کے مطابق داڑھی رکھنا واجب ہے اور ترک واجب سے اعادہ نماز ضروری ہے۔ جب خشخشی داڑھی والے کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں تو داڑھی منڈا امام، داڑھی منڈوں اور داڑھی کے دشمنوں کو سلامت، اللہ تعالیٰ امت رسول کو اس سے بچائے اور نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے توفیق عطا فرمائے کیونکہ ایک سنت پر عمل کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ داڑھی تماشا نہیں بلکہ انبیاء کرام کی سنت متوارثہ ہے ہر مسلمان کو پوری داڑھی رکھنا بہت ضروری ہے، داڑھی منڈانے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرتا ہے کہ وہ داڑھی اگاتا ہے اور یہ مونڈ ڈالتا ہے۔ اگر مرد کے لیے داڑھی ضروری نہ ہوتی تو خالق کائنات اسے پیدا ہی نہ کرتا جس طرح اس نے عورتوں کی داڑھی پیدا نہیں کی۔

سوال: غیر مقلد، اہلحدیثوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: پہلے غیر مقلدوں کے عقیدے پڑھ لو اور پھر فیصلہ کرو کہ ایسے عقیدے رکھنے والوں کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

عقیدہ نمبر 1: غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو (یکروزہ صفحہ 17) طبع ملتان از شاہ اسماعیل دہلوی غیر مقلد)

عقیدہ نمبر 2: غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کر سکتا ہے (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو (فتاویٰ سلفیہ صفحہ 155 طبع لاہور از مولانا اسماعیل سلفی غیر مقلد) ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم و کذب سے پاک ہے۔

عقیدہ نمبر 3: غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف عرش پر ہے اسے ہر جگہ ماننا بے

دینی ہے۔ ملاحظہ ہو (مؤطا امام مالک مترجم اردو جلد نمبر 1، صفحہ 177 طبع رحمانیہ لاہور ازمولانا وحید الزمان غیر مقلد)

عقیدہ نمبر 4: غیر مقلدین کے عقیدہ میں اللہ تعالیٰ آدھی رات کے وقت پہلے آسمان پر آجاتا ہے اور وہ اس وقت عرش پر نہیں ہوتا (یعنی ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ملاحظہ ہو (ہدیۃ المہدی صفحہ 10، طبع دہلی ازمولانا وحید الزماں غیر مقلد)

تبصرہ: پھر جب حاضر ناظر ہونا تمہارے نزدیک خدا کی صفت ہی نہیں تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر ناظر ماننے والے کو مشرک کیوں کہتے ہو؟

عقیدہ نمبر 5: غیر مقلد کا عقیدہ ہے کہ خدا کو بھی آئندہ واقعات کا پہلے سے علم نہیں ہوتا بلکہ اسے بھی معلوم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ (ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان صفحہ 53 طبع اہل حدیث اکادمی لاہور از اسماعیل دہلوی) یعنی وہ غیب دریافت کرتا ہے۔

عقیدہ نمبر 6: تمام انبیاء اور اولیاء کرام کو غیر مقلدین ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) تقویۃ الایمان صفحہ 104، طبع اہل حدیث اکادمی لاہور، از اسماعیل دہلوی)

عقیدہ نمبر 7: تمام انبیاء اور اولیاء کرام کو غیر مقلدین چوڑھے چمار سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) تقویۃ الایمان صفحہ 43، طبع اہل حدیث اکادمی لاہور، از اسماعیل دہلوی)

عقیدہ نمبر 8: غیر مقلدین کے عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ماننا چاہیے۔ (معاذ اللہ) تقویۃ الایمان صفحہ 49، طبع اہل حدیث اکادمی لاہور، از اسماعیل دہلوی) اس کا جواب قرآن وحدیث کے حوالے سے ص 11 پر لکھا ہے وہاں دیکھ لیں۔

عقیدہ نمبر 9: غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء واولیائ...... بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں (تقویۃ الایمان ص 60، طبع دہلی)

تبصرہ: بھائی کی بیوی سے (بعد عدت) نکاح کرنا جائز ہے تو کیا ازواج مطہرات سے بھی نکاح جائز ہے؟

عقیدہ نمبر 10: غیر مقلدین کے عقیدہ میں رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء واولیاء کرام کی

تعریف بشر سے بھی گھٹا کر کرنی چاہیے۔(معاذ اللہ) تقویۃ الایمان صفحہ 115، طبع اہل حدیث اکادمی، لاہور از اسماعیل دہلوی) اللہ تعالیٰ ہمارے نبی ﷺ پر درود پڑھتا ہے وہابی گھٹانے پر تلا ہوا ہے۔

عقیدہ نمبر 11: غیر مقلدین کے عقیدہ میں نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال لانا، بیل اور گدھے کے تصور سے بھی زیادہ برا ہے۔(معاذ اللہ) (ملاحظہ ہو صراط مستقیم اردو صفحہ 169 طبع اسلامی اکادمی لاہور از اسماعیل دہلوی) اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

عقیدہ نمبر 12: غیر مقلدین کے عقیدہ میں نماز میں حضور ﷺ کا خیال لانے سے نمازی کافر ہو جاتا ہے۔(معاذ اللہ) صراط مستقیم صفحہ 170 طبع مذکور)

تبصرہ: جب آپ کے تصور سے نمازی کافر ہو جاتا ہے تو پھر کسی اور کے خیال سے اس کا ایمان کیوں بچ جائے گا؟ کیا وہابیوں کو نماز میں غیر اللہ کا خیال نہیں آتا؟

عقیدہ نمبر 13: غیر مقلدین کے عقیدہ میں حضور ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنا حرام بدعت اور سخت جرم ہے (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان صفحہ 37 و طبع اہل حدیث اکادمی لاہور، انوار التوحید صفحہ 173 تا 175 طبع نعمانی کتب خانہ لاہور، از صادق سیالکوٹی غیر مقلد) پھر جلسے و مدرسے کے چندے کے لیے اور کسی کو ملنے کے لیے سفر کرنے والے کا کیا بنے گا؟

عقیدہ نمبر 14: غیر مقلدین کے عقیدہ میں حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ نہیں بلکہ وہ آپ ﷺ کو (معاذ اللہ تعالیٰ) مر کر مٹی میں ملنے والا کہتے ہیں۔(معاذ اللہ) ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان صفحہ 112 طبع اہل حدیث اکادمی لاہور، از شاہ اسماعیل دہلوی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ضرور بالضرور میں مومن کو قبر میں پاک زندگی دیتا ہوں۔ جب غلام کی حالت یہ ہے آقا کا عالم کیا ہوگا۔ حدیث میں ہے ہر نبی اپنے مزار میں زندہ ہے۔

عقیدہ نمبر 15: غیر مقلدین کے نزدیک حضور ﷺ کی مبارک جوتیوں کے نقشہ کی تعظیم کرنا بدعت اور ہندوؤں کی رسم ہے۔(معاذ اللہ) ملاحظہ ہو تذکیر الاخوان مع تقویۃ الایمان صفحہ

67 طبع میر محمد کراچی از شاہ اسماعیل دہلوی) پھر ملاں کی زیارت کرنا تو بڑی بدعت ہوگا۔

عقیدہ نمبر 16: غیر مقلدین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا سبز گنبد اور دوسرے انبیاء و اولیاء کرام کی مزاروں کے گنبد اور اونچی مزاروں کا گرا دینا واجب ہے۔ (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو (عرف الجادی صفحہ 60 طبع بھوپال از ابن صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد)

عقیدہ نمبر 17: غیر مقلدین کے نزدیک مزارات اولیاء پر قبے یا مقبرے بنانا سخت بدعت ہے اور یہودیوں عیسائیوں اور ہندوؤں کا کام ہے۔ (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو (تذکیر الاخوان صفحہ 76، طبع میر محمد کراچی) حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے کیا حکم ہے؟ کیوں کہ وہ روضے میں آرام فرما ہیں۔

عقیدہ نمبر 18: غیر مقلدین حضور ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اس طرح بھی گستاخی بھی کرتے ہیں کہ ان کے اسماء طیبہ بغیر القاب و آداب کے لے کر کہتے ہیں جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان صفحہ 82 طبع لاہور) ملا با اختیار ہے۔ نبی (ﷺ) و علی (رضی اللہ عنہ) بے اختیار (نعوذ باللہ تعالیٰ) پھر اپنے ملاؤں کے ناموں کے ساتھ القاب کیوں لگاتے ہیں۔

عقیدہ نمبر 19: غیر مقلدین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے منظور نظر اور مشہور نعت خواں (قصیدہ بردہ شریف کے مصنف) حضرت امام بوصیری محض رسول اللہ ﷺ کی ثنا خوانی کی وجہ سے مشرک ہیں (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو (قرۃ العیون الموحدین، شرح کتاب التوحید، مترجم اردو صفحہ 279، طبع لاہور) بخاری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی ثنا کرنا ہے۔

عقیدہ نمبر 20: غیر مقلدین کے نزدیک امام الاولیاء سید محی الدین ابن عربی اور مسئلہ وحدۃ الوجود میں ان کی اتباع کرنے والے لوگ (جیسے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولانا انور کشمیری وغیرہ علماء دیوبند) روئے زمین کے تمام کافروں سے بڑھ کر کافر ہیں۔ ملاحظہ ہو (قرۃ العیون الموحدین صفحہ 283 طبع لاہور) آئینے میں اپنا منہ نظر آتا ہے۔

تبصرہ: مگر غیر مقلد عالم وحید الزماں صاحب کہتے ہیں کہ حضرت ابن عربی بہت بڑے ولی

اللہ اور مسلک اہل حدیث کے پیروکار تھے۔ ملاحظہ ہو (ہدیۃ المہدی صفحہ 51,50)

عقیدہ نمبر 21: غیر مقلدین کے عقیدہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں یزید پلید برحق تھا۔ ملاحظہ ہو (رشید ابن رشید، صفحہ 253 تا 356,361,362,369) از مختلف علماء اہل حدیث طبع لاہور)

نیز رسالہ ''دعوت فکر'' از مولوی بشیر احمد حسیم غیر مقلد، خطیب جامع مسجد توحید بستی نورے والی رحیم یار خان۔

تبصرہ: یاد رہے کہ اس رسالہ میں مولوی بشیر احمد حسیم غیر مقلد نے یزید کو کئی مرتبہ امیر المومنین لکھا ہے۔ حالانکہ سلف صالحین کے نزدیک یزید کو امیر المومنین کہنا سخت جرم ہے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے ایک شخص نے یزید کو امیر المومنین کہا تو آپ نے غصے ہو کر فرمایا تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے اور اسے بیس کوڑے لگوائے۔ ملاحظہ ہو (تہذیب التہذیب جلد نمبر 11، صفحہ 361 طبع حیدر آباد دکن، صواعق محرقہ ص 224)

نیز اسی رسالہ میں غیر مقلد یزیدی مذکور نے کئی مقامات پر یزید کے فاسق و فاجر اور ظالم ہونے سے انکار کر کے اسے نہایت ہی صالح متقی اور پرہیز گار قرار دیا ہے۔ مگر غیر مقلدین کے امام اسمٰعیل دہلوی نے یزید کو بہت برا کہا ہے۔ ملاحظہ ہو (تقویۃ الایمان صفحہ 65، طبع دہلی) یزیدیوں کو یزید شرابی کبابی اور پلید سلامت۔ ہمیں سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی سلامت۔

نیز غیر مقلدین کے پیشوا قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو جو یزید کے مقابلہ میں امام حسین کو باغی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (نیل الاوطار، جلد 7، صفحہ 199، طبع مصر از قاضی شوکانی غیر مقلد)

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

علاوہ ازیں غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی صفحہ 98 پر یزید کے نام کے ساتھ ''لعنہ اللہ'' کے الفاظ لکھے ہیں۔ جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ یزید پر

لعنت کرے۔ اور کہا ہے کہ ہم نے یزید پر اس لیے لعنت کی ہے کہ اس پر ہمارے امام احمد بن حنبل متوفی 201ھ وغیرہ نے لعنت بھیجی ہے۔ اھ ملخصاً، مولوی بشیر صاحب یزید کو ناحق قرار دے کر اس پر لعنت بھیجنے والے اپنے گھر کے ان علما پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟ کچھ تو بولیں کیا بولیں۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

عقیدہ نمبر 22: غیر مقلدین کے عقیدہ میں رسول اللہ ﷺ یا کسی اور بزرگ کو شفیع سمجھنے والا سنی مسلمان ابوجہل کے برابر کا مشرک ہے۔ ملاحظہ ہو (تقویۃ الایمان صفحہ 23 طبع اہل حدیث اکادمی لاہور) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ۔ رسول ان کی بخشش کی دعا مانگے ان کی سفارش کرے۔ کیا قرآن شرک سکھانے آیا ہے؟ پناہ بخدا

عقیدہ نمبر 23: غیر مقلدین کے نزدیک یہودیوں، عیسائیوں اور دنیا کے دوسرے تمام کافروں کا ذبیحہ حلال ہے مگر سنی بریلوی مسلمانوں کا ذبیحہ حلال نہیں اگرچہ وہ حلال جانوروں کو اللہ کا نام لے کر بھی کیوں نہ ذبح کریں۔ ملاحظہ ہو (عرف الجادی، فارسی صفحہ 11 طبع بھوپال) ذَبِيحَةُ الْكَافِرِ اَيْضًا حَلَالٌ (نزل الابرار حصہ 3 ص 78) ہمہ یاراں بہشت ہم یاراں دوزخ۔ غیر مقلدوں پھر یہودیوں عیسائیوں کافروں کے ساتھ کھاؤ پیو۔

عقیدہ نمبر 24: غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کرام کے فتوؤں کا کچھ اعتبار نہیں۔ ملاحظہ ہو (عرف الجادی صفحہ 80 صفحہ 111 طبع بھوپال) حضور ﷺ نے فرمایا خلفاء راشدین کی سنت تم پر لازم ہے، حدیث کا کیا بنے گا۔

عقیدہ نمبر 25: غیر مقلدین کے عقیدہ میں روئے زمین پر رہنے والے تمام مسلمان کافر و مشرک ہیں۔ ملاحظہ ہو (تقویۃ الایمان صفحہ 88,87 طبع لاہور) اس لیے کہ وہ مسلمان جو ہیں۔ اور مسلمان غیر مقلدوں کو کافر و مشرک نظر آتے ہیں اور یہودی و عیسائی و کافر کا ذبیحہ حلال ہے تو پھر وہ ان کو مسلمان نظر آتے ہیں۔

عقیدہ نمبر 26: غیر مقلدین کے عقیدہ میں محفل میلاد شریف (معاذ اللہ) گندی بدعت بلکہ شرک ہے۔ اگرچہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے سوا کچھ اور نہ ہو۔ ملاحظہ ہو (اہل

حدیث کا مذہب صفحہ 31 تا 41، طبع اہل حدیث اکادمی لاہور از ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد)

تبصرہ: مگر نواب آف غیر مقلد صدیق حسن خان بھوپالی کہتے ہیں ''جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو وہ مسلمان نہیں''۔ ملاحظہ ہو (الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ صفحہ 12) اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

نیز نواب آف غیر مقلد وحید الزمان صاحب نے اس محفل کو جائز لکھا ہے (ہدیہ المہدی عربی صفحہ 118) اگر نہ لکھتے تو ان کی اپنی محفلیں و جلسے کیسے جائز ہوتے۔

عقیدہ نمبر 27: غیر مقلدین کے نزدیک اولیاء کرام کا عرس منانا بدعت اور ان سے مدد مانگنا شرک ہے۔ (اہل حدیث کا مذہب صفحہ نمبر 39) مگر مولوی وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں کہ نواب صدیق خان غیر مقلد کا وظیفہ تھا۔

قبلہ دین مددے کعبہ ایمان مددے

ابن قیم مددے قاضی شوکان مددے

عقیدہ نمبر 28: غیر مقلدین کے عقیدہ میں رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر سمجھنے والے اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھنے والے تمام سنی مسلمان مشرک ہیں۔ (اہل حدیث کا مذہب صفحہ 48، تقویۃ الایمان صفحہ نمبر 50، طبع اہل حدیث اکادمی لاہور)

عقیدہ نمبر 29: غیر مقلدین کے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرنے والے تمام حنفی (سنی اور دیوبندی) کافر و مشرک ہیں۔ (الشہاب الثاقب صفحہ نمبر 62 طبع دیوبند) بعض مقلدین کی تقلید شرک تک پہنچانے والی ہوتی ہے۔ (فتاوی نذیریہ ج 1، ص 168)

عقیدہ نمبر 30: غیر مقلدین کے نزدیک چشتی، قادری، نقشبندی اور سہروردی کہلانے والے تمام سنی اور دیوبندی بدعتی ہیں۔ (تذکیر الاخوان صفحہ نمبر 85 طبع لاہور)

سلفی و اہل حدیث و غیر مقلد کہلانے کی دلیل کیا ہے اور یہ کیوں بدعتی نہیں؟

عقیدہ نمبر 31: غیر مقلدین کے عقیدہ میں یا رسول اللہ، یا علی اور یا غوث اعظم کہنے والے سب مشرک ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر 28,29 طبع لاہور) پھر نماز میں اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہنے والے کا کیا بنے گا؟ وحید الزمان غیر مقلد کہتا ہے۔ یا رسول اللہ یا علی اور یا غوث کہنے والا مشرک نہیں (ہدایہ المہدی ص 24)

عقیدہ نمبر 32: غیر مقلدین کے عقیدہ میں نبی، ولی کے لیے اللہ کا دیا ہوا علم یا اختیار ماننا بھی شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر 36 طبع لاہور) پھر ملاؤں کو علم کس نے دیا ہے؟ شیطان نے۔

عقیدہ نمبر 33: غیر مقلدین کے عقیدہ میں انبیاء و اولیاء کرام کی مزارت پر غلاف ڈالنے انہیں چومنے یا ان کی چوکھٹ کو بوسہ دینے والے بھی سب مسلمان مشرک ہیں اگرچہ وہ اولیاء و انبیاء کو خدا کا برگزیدہ بندہ سمجھ کر بھی ایسا کریں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 38,37 طبع لاہور) پھر بیوی بچوں کو چومنے والا تو بڑا مشرک ہوگا؟

عقیدہ نمبر 34: غیر مقلدین کے نزدیک حضور ﷺ کے حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا سنی مسلمان مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 54، انوار التوحید صفحہ 179) پھر ذلك من انباء الغیب نوحیہ الیك۔ اور وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ قرآنی حکم کا کیا بنے گا؟

عقیدہ نمبر 35: غیر مقلد عالم وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں۔ اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمْ شِيْعَةُ عَلِي "یعنی شیعان علی اہل حدیث ہی ہیں (ہدیہ المہدی صفحہ 100، ونزل الابرار ج 1، ص 7) غیر مقلد وغیرہ کہلانے کا کیا فائدہ، پھر شیعہ کہلاؤ۔ اور میدان میں آؤ۔

عقیدہ نمبر 36: غیر مقلدین کے عقیدہ میں حضور ﷺ کو "نور" ماننا شرک ہے۔ ملاحظہ ہو (انوار التوحید صفحہ نمبر 115، طبع لاہور، از صادق سیالکوٹی) فلاں کی آنکھ تو نور ہے۔

تبصرہ: مگر غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا اور باقی مخلوق اس کے بعد پیدا فرمائی (ہدیہ المہدی صفحہ 56 طبع دہلی)

عقیدہ نمبر 37: غیر مقلدین اپنی تقریروں میں کہا کرتے ہیں کہ رفع یدین کے بغیر نماز نہیں ہوتی حالانکہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین کرام پہلی تکبیر کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ فتاویٰ ہذا میں اس کی بحث گزر چکی ہے وہاں دیکھ لیں۔

تبصرہ: اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو رفع یدین کی حدیثوں کا معنی نہیں آتا تھا کیا ان کی تمام نمازیں باطل ہوگئی ہیں؟ پناہ بخدا۔

عقیدہ نمبر 38: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مقتدی اگر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے حالانکہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں امام کے پیچھے نہ خود قراءت کرتے نہ دوسروں کو کرنے دیتے تھے۔ ملاحظہ ہو (موطا امام مالک عربی صفحہ نمبر 68 طبع کراچی) اس کی بحث بھی گزشتہ صفحات میں موجود ہے۔ وہاں دیکھ لیں۔ پھر ان کی نمازوں کا کیا بنے گا؟

تبصرہ: اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اور دوسروں کی نمازیں تباہ کرنے میں لگے رہے اور ان کی کوئی نماز صحیح نہ تھی یاد رہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما غیر مقلدین کے رفع یدین کی مرکزی حدیث کے مرکزی راوی ہیں۔ ان کے بقول جب انہوں نے اپنی نمازیں برباد کردیں تو وہ (معاذ اللہ) فاسق ہوئے۔ پس ان کے ہاں ان کی وہ رفع یدین والی روایات کیسے معتبر ہے؟ کہیں میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا تھو تھو والا معاملہ تو نہیں؟ (ماخوذ الضربات القاہرہ)

غیر مقلدین کے بعض شرمناک مسائل

☆...... غیر مقلدین کے نزدیک ایک شخص بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھ سکتا ہے۔ (عرف الجادی صفحہ 111 طبع بھوپال) اللہ پاک نے بیک وقت صرف چار کی اجازت دی ہے۔ (النساء آیت 4) چار کی اجازت مسلمانوں کو دی ہے۔

تبصرہ: مگر قرآن اس کے خلاف کہتا ہے۔ کہتا رہے پھر غیر مقلد بننے کا کیا فائدہ؟

☆...... غیر مقلدین کے نزدیک مرد اور عورت کی منی مطلقاً پاک ہے اور ان کے پاس اس کے پلید ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملاحظہ ہو (عرف الجادی صفحہ 10 طبع بھوپال ونزل الابرار جلد 1، صفحہ 49، از وحید الزمان مطبع بنارس و الروضۃ الھندیہ جلد 1، ص 20 طبع لاہور و فتاویٰ نذیریہ ج 1، ص 335) پھر غسل کرنے اور کپڑا دھونے کی کیا ضرورت ہے؟

☆......شراب، بہتا ہوا خون، کتے، سور اور مردار غیر مقلدین کے نزدیک پاک ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ان کے پلید ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ ملاحظہ ہو (عرف الجاوی، صفحہ 10 نزل الابرار)

تبصرہ: مبارک باد غیر مقلد بننے کا بہت فائدہ ہوا کہ پلید چیزیں پاک ہو گئیں۔

☆......غیر مقلدین کے نزدیک بغیر وضو کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔ ملاحظہ ہو (عرف الجاوی صفحہ 15) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الآیۃ)

☆......غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مشت زنی جائز بلکہ مستحب ہے۔ بلکہ کبھی واجب ہو جاتی ہے اور وہ کہتے ہیں یہ کام صحابہ کرام بھی کرتے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ) ملاحظہ ہو

(عرف الجاوی صفحہ نمبر 207 طبع بھوپال)

تبصرہ: ہر چہ خواہی کن مگر صحابہ کرام پر بہتان نہ باندھ۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔

☆......غیر مقلدین کے نزدیک کنویں میں کتا مر جائے، جب تک رنگ، بو، مزہ تبدیل نہ ہو پانی حلال اور پاک ہے۔ ملاحظہ ہو

(فتاویٰ نذیریہ جلد 1، ص 238 طبع اہل حدیث اکادمی لاہور)

تبصرہ: کیسا ہی پیارا مشروب ہے جناب کا مزے لے لے کر پی ایسے شربت کے لیے جی۔

☆......غیر مقلدین کے نزدیک اپنے نطفہ زنا کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ ملاحظہ ہو

(عرف الجادی صفحہ 109 طبع بھوپال)

تبصرہ: غیر مقلد مذہب کو ایسے ہی فتوے اور ایسے ہی مفتی زیب دیتے ہیں ورنہ غیر مقلد کون کہے گا۔

☆......جوتے پر نجاست لگی ہو اسے زمین پر رگڑ لو پھر وہی جوتا پہن کر مسجد میں چلے جاؤ اور اسی میں نماز ادا کرو جائز ہے۔ ملاحظہ ہو (عرف الجاوی صفحہ 11)

☆......حلال اور حرام جانوروں کا پیشاب سور کے بال اور اس کا چمڑا اس کی اوجڑی سب پاک ہیں۔ اسی طرح کتے اور سور کی تھوک اور ان کا جھوٹا یونہی کتے کا پیشاب پاخانہ بھی

پاک ہے۔ ملاحظہ ہو (نزل الابرار، جلد 1، صفحہ 55 طبع بنارس، از وحید الزمان غیر مقلد)

تبصرہ: کیا آپ انہیں استعمال کرتے ہیں اگر کرتے ہیں تو قرآن وحدیث کی روشنی میں ان پر عمل کی ممکنہ صورتیں بتائیں۔ ممکنہ صورت ہو یا نہ ہو غیر مقلد انہیں استعمال کر کے اپنے مذہب کی لاج رکھیں۔ اور اپنی غیر مقلدانہ فقہ پر عمل کر کے دکھائیں۔

☆...... کتا اور اس کا لعاب بھی پاک ہے۔ کتے کو بیچنا اس کی کھال کا ڈول اور مصلی بنانا درست ہے۔ کتا پانی میں گر جائے تو پانی پلید نہیں ہوگا۔ اگرچہ اس کا منہ بھی اس میں ڈوب جائے۔ ملاحظہ ہو (نزل الابرار، جلد 1، صفحہ 30 طبع بنارس، فتاوی نذیریہ ج 1، ص 338)

تبصرہ: ان پر عمل کی ممکنہ صورتیں کیا ہیں؟ کوئی نہیں، غیر مقلدیت کا معنی کیا ہوتا ہے۔

☆...... کوئی شخص کتے کو اٹھا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو

(نزل الابرار جلد 1، صفحہ 30)

تبصرہ: کیا مطلب کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنی ثواب ہے؟ گناہ کچھ نہیں پھر اٹھا لو کتے نماز میں نماز میں کتوں کو اٹھانے کا فتویٰ دینے والو پھر نماز میں نبی کا تصور کیوں شرک بن گیا ہے؟

☆...... کتے اور خنزیر کا جھوٹا پاک ہے۔ ملاحظہ ہو (نزل الابرار جلد 1 صفحہ 31 طبع بنارس)

☆...... اہل حدیث متعہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (نزل الابرار جلد 2 صفحہ 33، ہدیۃ المہدی ص 118)، شیعہ متعہ کریں اور اہل حدیث کیوں پیچھے رہیں۔

☆...... سسر اگر بہو سے زنا کرے تو وہ بیٹے پر حرام نہیں ملاحظہ ہو

(نزل الابرار جلد 2، صفحہ 28، مطبوعہ بنارس 1328ھ)

تبصرہ: یعنی اسے ایسا کرنا چاہیے؟ اگر ارادہ نہ ہوتا تو ایسے فتویٰ کی ضرورت کیا تھی؟

☆...... ساس سے بغل گیر ہوا اسے بوسے دیئے، حتیٰ کہ اس سے زنا کر لیا تو بیوی پھر بھی حلال ہے۔ ملاحظہ ہو (نزل الابرار جلد 2 صفحہ 28)

تبصرہ: یعنی ماں بیٹی پر اکھٹے ہاتھ صاف کرتا رہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا فرق پڑتا تو فتویٰ کیوں گھڑتے۔ فتوی نہ گھڑتے تو غیر مقلد کیسے کہلاتے؟

یہ قصہ لطیف ابھی ناتمام ہے جو کچھ بیان ہوا وہ آغاز باب ہے

ایسے غیر ملقدوں نام نہاد اہل حدیثوں کے پیچھے باعزت باحیا اور ایمان دار مسلمان کیسے نماز پڑھ سکتا ہے جو کچھ آپ کے سامنے رکھا گیا ہے یہ سب کچھ ان پر الزام ہے نہ بہتان بلکہ ان کی اپنی فقہ ہے ان کی اپنی کتابیں ہیں اور ان کے اپنے غیر مقلد مولوی ہیں ناقل پر ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کے لیے مفید مشورہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے کنارہ کرلیں آئیں جماعت اہل سنت کے امن والے جھنڈے کا سایہ حاصل کر کے پاکیزہ زندگی گزاریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی رضا و خوشنودی حاصل کریں۔ اور فقہ حنفی پر عمل پیرا ہو جائیں۔ جو تمام صالحین و علماء کی فقہ ہے۔

غیر مقلدین علماء دیوبند کی نظر میں

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ مکی اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے غیر مقلدین انکار تقلید کرتے ہیں...... اور اپنی تقلید کا حکم کرتے ہیں (شمائم امدادیہ ص 65، امداد المشتاق ص 83) (۲) غیر مقلدین میں بدگمانی کا مرض بہت ہے...... اور ان کے پاس چھاچ کے سوا کچھ نہیں (افاضات ج 1، ص 77) (۳) غیر مقلدوں میں تشدد بہت ہوتا ہے طبیعت میں شر ہوتا ہے یہ شورش پسند اور مفسد جماعت...... اور ان کی آمین، آمین بالشر ہے (افاضات ج 1، ص 337,336) (۴) غیر مقلد...... بجز دو چار چیزوں کے کسی حدیث کے عامل نہیں مثلاً رفع یدین آمین بالجہر، غیر مقلدی نام اسی کا ہے کہ جو اپنے جی میں آئے وہ کریں (افاضات ج 1، ص 406,405 مطبوعہ جامعہ اشرفیہ لاہور) (۵) مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے کہا، غیر مقلد...... بے شک فاسق ہیں۔ ان کی امامت مکروہ تحریمہ ہے اور دانستہ ان کو امام بنانا حرام ہے...... سب دعوے ان کے دروغ اور عندالتحقیق فریب معلوم ہوئے۔ (تذکرہ الرشید ج 1، ص 178، وج 2، ص 82) (۶) مذاہب آئمہ اربعہ و طرق مشائخ اربعہ کو ضلال و گمراہی جاننے اور اعتقاد رکھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور عجب نہیں کہ اب یہ شخص بوجہ انکار نصوص قطعیہ کفر و ارتداد تک پہنچ گیا ہو...... معزول کرنا

ایسے امام کا لازم و واجب ہے (اھ ملخصا) فتاویٰ دیوبند ج 3، ص 106,100 (۷)
فَمَا یَحْکُمُ عَلٰی مَنْ یَّسُبُّ الْعُلَمَاءَ ھُوَ فَاسِقٌ وَ یَخَافُ عَلَیْہِ الْکُفْرُ (علماء کو گالیاں بکنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: وہ فاسق ہے اور اس کے کافر ہو جانے کا خوف ہے (فتاوی دیوبند ج 12، ص 423) پھر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی کو برا کہنا کیونکر فسق و اندیشہ کفر نہ ہوگا؟ ((۸)
مولوی حسین احمد صدر مدرس دیوبند نے لکھا ہے وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور آئمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ، وہابیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہو گئے ہیں چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔ وہابیہ نجد حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں...... فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا بھی مثل غیر مقلدین کے اکابر امت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے۔ (الشہاب الثاقب، ص 63)

مسلمانو! غیر مقلدوں کے فریب میں نہ آؤ اور بزرگوں کے طریقہ کو ہرگز نہ چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) جس نے ایمان داروں کی پیروی ترک کر دی تو وہ جہنم کا ایندھن بن گیا۔ (النسائ) صحابہ کرام تابعین، اتباع تابعین، اولیاء اللہ صالحین کاملین اور علماء ربانین سچے تھے اور سچے ہیں۔ اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ () ترجمہ: اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

اسلام کا نام لے کر توحید کی رٹ لگا کر نئے طور طریقے اور پرپرزے نکالنے والے اور بزرگوں، ولیوں و ائمہ اسلام کی مخالفت کرنے والے کیسے سچے ہو سکتے ہیں؟ امام اعظم و غوث اعظم اور اولیاء اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے غلام سچے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ۔
اے اللہ ہمیں حق اور سچ کی راہ دکھا دے اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما دے اور باطل

کے بطلان کو ہم پر ظاہر فرمادے اور اس میں گرنے سے ہمیں بچالے۔ آمین

اور اپنے پیارے رسول اور عظیم المرتبت نبی حضرت محمد عربی ﷺ اور آپ کی آل اطہار وصحابہ کبار پر بے شمار درودوں وسلاموں اور رحمتوں و برکتوں کے تحفے نازل فرما دے۔ ہمیں آپ کی محبت بھری اطاعت میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور دارین کی بہترین نعمتوں سے سرفراز کردے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا عَلَی الْاِسْلَامِ وَاَمِتْنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ الصَّالِحِیْنَ۔ آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ

اے اللہ ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر موت دے اور نیک مومنوں کے زمرے میں شامل فرمادے۔ آمین

یا اللہ تیرے عاجز بندے اور تیرے پیارے رسول ﷺ کے ادنیٰ امتی و غلام نے اس رسالے میں جو کچھ لکھا ہے۔ تیری اور تیرے حبیب ﷺ کی رضا کے لیے لکھا ہے اسے قبول فرما اور طابع و ناشر اور اس کے پڑھنے و عمل کرنے والے کو اپنی رضا و رحمت سے مالا مال کردے۔ اور ناچیز کی لغزشوں و غلطیوں کو معاف فرمادے۔ آمین

فقیر پر تقصیر

محمد سراج احمد سعیدی قادری رضوی غفرلہ

بانی مدرسہ سعیدیہ عزیز العلوم رجسٹرڈ

اوچشریف